تحقیقُ العظِیْم
فِی إعَادۃِ تدویرِ الْقُرآنِ الکَرِیْم

اَوراقِ مُقدّسہ کی ری سائیکلنگ کی شرعی حیثیت

تحقیق
حضرت علامہ مولانا محمد آصف عطاری نعیمی مدظلہ العالی
(المُتَخصّص فِی الفِقہِ الإسلامی بجامعۃ النُّور)

مصدّق
شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی
(رئیس دار الحدیث و دار الافتاء بجامعۃ النُّور)

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

التحقیقُ العظِیْم فِی إعَادۃِ تدو یرِ الْقُرآنِ الکرِیْمِ

اَوراقِ مُقدّسہ کی ری سائیکلنگ کی شرعی حیثیت

تحقیق

حضرت علّامہ مولانا محمد آصف عطاری نعیمی مدظلہ

(مُتَخصّص فِی الفِقہِ الاسلامی بجامعۃ النُّور)

مُصدِّق

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

(رئیس دارالحدیث ورئیس دارالافتاء جامعۃ النُّور)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

کتاب : التحقيق العظيم فی إعادة تدوير القرآن الكريم

اَوراقِ مُقدسہ کی ری سائیکلنگ کی شرعی حیثیت

تحقیق : حضرت علامہ مولانا محمد آصف عطاری نعیمی زید علمہ

مُصدِّق : شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : رمضان المبارک ۱۴۴۴ ہجری / مارچ ۲۰۲۳ء

تعداد : 4500

ناشر : جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

فون:021-32439799

خوشخبری : www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	5
2	مُحرّک کی زبانی	7
3	مقدمہ	9
4	الاِستفتاء	11
5	باسمہ سبحانہ تعالیٰ وتقدّس الجواب	11
6	شعائراللہ کی تعظیم کا حکم	15
7	شعائراللہ کی تعریف	15
8	قرآن کریم کو بے وضو چھونا جائز نہیں	16
9	قرآن کریم کی توہین "کفر" ہے	19
10	قرآنِ کریم کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے	21
11	قرآنِ کریم اور دینی کُتُب کو تکیہ بنانا بھی مکروہ ہے	22
12	ادب اور بے ادبی کا معیار	23
13	اَوراقِ مقدّسہ میں کسی چیز کو لپیٹنا	24
14	مُقدّس تحریرات کو تھوک کے ذریعے مٹانا جائز نہیں	27
15	قرآنِ کریم اور دیگر مُقدّس اوراق کو جلانا	28
16	قرآنِ کریم کو جلانے کے حوالے سے چند مزید ائمہ کے اقوال	33
17	روایتِ عثمانِ غنی کی وضاحت	34

18	انتہائی ضرورت کے وقت قرآنِ کریم کو جلا کر محفوظ کرنا	41
19	ضعیف اَوراق کو محفوظ کرنے کے شرعی طریقے	46
20	موجودہ زمانے میں اِن مُقدس اوراق کو سمندر میں ڈالنے کی اجازت نہیں	52
21	پہلی وجہ	52
22	دوسری وجہ	57
23	قرآنِ کریم اور اَوراقِ مُقدّسہ کو دفن کرنے کے بجائے قبرستان میں رکھ دینا	58
24	اَوراقِ مُقدّسہ کو محفوظ کرنے کے دیگر ممکنہ طریقوں پر گفتگو	59
25	مُقدس اَوراق کی سیاہی کو مٹا کر انہیں استعمال کرنے کا حکم	61
26	کیا اَوراقِ مُقدسہ کی ری سائیکلنگ کرنا جائز ہے؟	63
27	خلاصہ کلام	66
28	دورانِ ری سائیکلنگ بے ادبی سے بچنے کے لئے چند لازمی شرائط	67
29	ری سائیکلنگ کے جواز کے فتوے پر تبصرہ	71
30	تصدیقات	79
31	ماخذ و مراجع	81

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ہمارے ادارے جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے شعبہ جات میں ایک اہم ترین شعبہ دارالإفتاء ہے جو ایک عرصے سے دارالإفتاء النور کے نام سے فقہ حنفی کی روشنی میں عوام وخواص کے مسائل کا حل کرنے میں مصروفِ عمل ہے اور ساتھ ساتھ یہاں پر پچھلے کئی سالوں سے تربیتِ افتاء کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ متعدّد علماءِ دین اور تخصّص وتدریب کے مرحلے سے گزر کر مسند افتاء پر جلوہ افروز ہیں اور ایک بڑی تعداد اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی تدریب میں مشغول ہے اور جب بھی کوئی اہم اور مشکل مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو مفتیانِ عظام اور زیر تربیت علماءِ کرام کا مشترکہ اجلاس منعقد ہوتا ہے، جس میں پیش آنے والے مسئلے پر بحث وتمحیص ہوتی ہے۔

زیر نظر یہ مسئلہ بھی ایسے ہی اہم مسائل میں سے ایک ہے جس کے لئے دارالإفتاء النور سے فیض حاصل کرنے والے مفتیانِ عظام اور ان کی زیر تربیت علماءِ کرام کو ایک سے زائد بار جمع ہونا پڑا اور اس کے مکمل ہونے تک آپس میں مسلسل رابطے کی ضرورت پیش آئی۔

جب یہ سوال محمد عرفان بغدادی (بشر حافی فاؤنڈیشن، کراچی) اور پیر سیّد حسن شاہ بخاری (لاہور) کی طرف سے آیا تو ہمارے ادارے کے شیخ الحدیث اور دارالإفتاء کے سربراہ عطائے ملّت مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مد ظلہ نے اپنے شاگرد مفتیانِ کرام کو جو کراچی میں رہتے ہیں اور زیر تربیت علماءِ کرام کو ایک جگہ جمع کیا اور سب کے سب یہ سوال رکھا اور اس پر غور وخوص کی دعوت دی، پھر باہمی مشورے سے لکھنے کی ذمہ داری حضرت علّامہ محمد آصف عطاری نعیمی زید علمی کو دی گئی اور مفتی صاحب قبلہ نے اس میں کیمیکل انجینئر محترم سہیل صاحب کو بھی مدعو کیا اور وہ جواب کے مکمل ہونے تک مسلسل رابطے میں رہے اور جہاں جہاں ان کے تعاون کی ضرورت پیش آئی تو اجلاس میں شرکت بھی کی اور مفتی صاحب قبلہ کے وہ شاگرد جو شہر کراچی میں نہیں تھے جیسے شیخ الحدیث مفتی شکیل اختر القادری صاحب (کرناٹک، انڈیا)، مفتی قاسم صاحب (بریلی شریف، انڈیا)، مفتی جلال الدین امجدی صاحب (مہاراشٹر، انڈیا) اور مفتی عبدالرحمن صاحب (ملاوی، افریقہ) وہ بھی واٹس ایپ کے

ذریعے رابطے میں رہے اور مکمل تعاون کرتے رہے بالآخر جواب مکمل ہوا جس میں چند اہم وضروری قیودات کے ساتھ مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ کے جواز پر سب کا اتفاق تھا۔

اس جواب کی تحریر لکھنے میں لکھنے والے کی محنت تو ہے مگر مندرجہ بالا سطور میں ذکر کردہ مفتیانِ کرام اور ان کے علاوہ کراچی کے مفتیانِ عظام میں سے مفتی محمد جنید، مفتی محمد شہزاد، مفتی مہتاب احمد نعیمی، مفتی ابو ثوبان کاشف مشتاق صاحب، مفتی محمد فرحان، مفتی راجہ کاشف اور مفتی محمد عرفان مدنی نعیمی صاحبان کا بڑا کردار ہے جو سب کے سب دارالافتاء النور سے فیض یافتہ اور شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ کے شاگرد ہیں۔ ان میں مفتی محمد جنید صاحب کا کردار بہت اہم اور ان کی ذمہ داری دوسروں کی نسبت بھاری تھی جسے انہوں نے بخوبی سرانجام دیا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پھر اسی تفصیلی جواب سے اخذ کرکے ایک مختصر تحریر فتویٰ کی صورت میں سائلین کو جاری کی گئی اور اب ادارے کے بانی وسربراہ حضرت علّامہ محمد عرفان ضیائی مدظلہ اور دیگر اراکین کے مشورے سے یہ طے پایا کہ ہمارے دارالافتاء سے فیض پانے والے مفتیانِ عظام اور ان کی زیرِ تربیت علماءِ کرام کی اس کاوش کو رسالے کی صورت میں منظرِ عام پر لایا جائے جو کہ عوام المسلمین کو مقدس اوراق کی حفاظت کی اہمیت بتائے اور ان کے تحفظ کا شعور بیدار کرنے کے لئے بہت مفید ہوگا۔

لہٰذا ادارہ اس کو اپنے سلسلہ اشاعت کے 345 ویں نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول کو فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

محمد مختار اشرفی

رُکن شوریٰ و مہتمم جامعۃ النور

﴿مُحرّک کی زبانی﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرا تعلق مُقدّس اَوراق کے شعبے سے ہے۔اسی حوالے سے ایک مسئلہ پیش آیا کہ مُقدّس اَوراق کو آخر کار کیسے محفوظ کیا جائے؟سمندر کا راستہ بند ہونے اور جگہیں ختم ہونے کی وجہ سے پریشانیاں بڑھ گئیں۔اس حوالے سے دارالافتاء النّور کے مفتیانِ کرام سے رابطہ کیا،ان سے تعاون کی یقین دہانی ہو جانے کے بعد میں نے پیر سیّد حسن شاہ بخاری صاحب (لاہور) کے مشورے سے سوال نامہ پیش کیا۔

الحمدللہ !دارالافتاء النّور کے مفتیانِ کرام جن کی سرپرستی اسی دارالافتاء کے سربراہ شیخ الحدیث حضرت مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب کر رہے تھے ،اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے بیٹھ گئے کہ آخر کار مُقدّس اَوراق جمع کرنے والوں کو ایسا کون سا راستہ بتایا جائے کہ مُقدّس اَوراق کی بے ادبی بھی نہ ہو اور ان کی پریشانی بھی ختم ہو جائے۔

اس حوالے سے کئی ملاقاتوں کے سلسلے ہوئے۔آخر کار اس نتیجے پر پہنچے کہ ری سائیکل کرکے دوبارہ گودا بناکر قرآنِ کریم اور کُتُبِ اَحادیث کی طباعت وجلد بندی میں اس کاغذ و گتے کو استعمال میں لایا جائے۔اس حوالے سے انجینئرنگ کے شعبے سے وابستہ کیمیکل انجینئر محترم سہیل صاحب کی خدمات و مشورے لئے گئے

پھر ان کے مشورے سے مفتیانِ کرام کو ایک کاغذ بنانے والی فیکٹری لے گئے جو کوٹری شہر سے قریب تھی۔

آخر کار تقریباً گیارہ ماہ کی محنت کے بعد ایک ایسا فتویٰ آیا جو مُقدّس اَوراق کے کام کرنے والوں کو راستہ فراہم کرے گا اور ان شاء اللہ مُقدّس اَوراق کے خادمین بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکیں گے۔

آخر میں دارالافتاء النّور کے تمام مفتیانِ کرام، علمائے عظام اور خصوصاً اس شعبہ کے سربراہ شیخ الحدیث حضرت علّامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ اور ادارے کے سربراہ حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس فتویٰ کے حوالے سے تعاون کیا۔ اللہ کریم ہم سب کو اس کا صلہ دنیا و آخرت میں دے۔ آمین

خادم بشر حافی فاؤنڈیشن

محمد عرفان بغدادی

﴿مقدمہ﴾

الحمد لله ربّ الغلمين، والصلاة والسلام على سيّد الأنبياء والمرسلين ، أما بعد فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم،

الحمدللہ ہم مسلمان ہیں اور بحیثیت مسلمان، اَوراقِ مُقدّسہ کی حفاظت ہم سب کی ذمّہ داری ہے اور انہیں ہر قسم کی توہین سے بچانا ہم سب پر لازم ہے اور اس سلسلے میں کسی بھی طرح کی لاپرواہی اور کوتاہی سخت جُرم ہے۔

مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ اَمیر المؤمنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ” «مَنْ رَفَعَ كِتَابًا مِنَ الْأَرْضِ فِيهِ اسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى رَفَعَ اللَّهُ اسْمَهُ فِي عِلِّيِّينَ , وَخَفَّفَ عَنْ وَالِدَيْهِ الْعَذَابَ , وَإِنْ كَانَا كَافِرَيْنِ» “ (المعجم الصغير للطبراني، باب من اسمه الحسين، برقم ٤٠٣، ١٤٣/١، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة ١٤٠٣هـ- ١٩٨٣م) (مجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب اللقطة، برقم ٦٨٤٦، ٤/ ٢١٥، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ- ٢٠٠١م)

یعنی، ”جو کوئی زمین سے ایسا کاغذ اُٹھائے جس میں اللہ عزّوجلّ کے ناموں میں سے کوئی نام ہو، تو اللہ عزّوجلّ اُس اُٹھانے والے کا نام (روحوں کے سب سے اعلیٰ مقام) ”علّیین“ میں بلند فرمائے گا اور اُس کے والدین کے عذاب میں کمی کردے گا، اگرچہ اُس کے والدین کافر ہی کیوں نہ ہوں“۔

مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ فرید الدین عطار متوفی ۶۲۷ھ لکھتے ہیں :”حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ سے کسی نے توبہ وروحانیّت کے حوالے سے پوچھا، آپ نے جواب دیا: ہم تو دُنیاداری، شراب نوشی اور دوستوں کی محفل میں رہتے تھے، ایک دفعہ

مستی میں جارہے تھے کہ زمین پر ایک کاغذ کا ٹکڑا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا، گرا ہوا دیکھا، میری غیرت نے گوارا نہ کیا، میں نے اُس کو اُٹھایا، چُوما، میرے پاس دو (۲) ہی درہم تھے، اُن سے مشک اور گُلاب کا عطر خریدا، اور پاس ندی میں جا کر اُس کو دھویا اور گھر کی راہ لی اور ساری راہ اُس کو چومتا رہا اور گھر جا کر اُس کو اونچی جگہ پر رکھ دیا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جو شخص نشے میں ہوتا ہے وہ اپنے نشے کے بدلے میں پوری دُنیا وار سکتا ہے لیکن نشہ نہیں چھوڑ سکتا، لیکن آپ نشے کی حالت میں ندی میں اُتر گئے، ادب کرنے کا انعام اللہ تعالیٰ نے آپ کو یوں دیا کہ اُسی رات اپنا دیدار عطا فرمایا اور کہا: اے بشر! تو نے میرے نام کو بلند کیا، میں تیرے نام کو بلند کروں گا، تو نے میرے نام کو معطّر کیا، میں تیرے نام کو معطّر کروں گا اور ایسا خوشبودار کردوں گا کہ قیامت تک لوگ تیرا نام محبّت سے لیں گے اور تیری محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دوں گا"۔ (تذکرۃ الاولیاء، حضرت بشر حافی، ص ۷۷، مطبوعہ: الفاروق بک فاؤنڈیشن، لاہور، طباعت ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م)

سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نے اَوراقِ مُقدّسہ کی تعظیم کا اتنا عظیم انعام حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا، الحمدللہ ہمارے لیے بھی یہ ایک سعادت ہے کہ ہمیں بھی اَوراقِ مُقدّسہ کی تعظیم کے سلسلے میں مذکورہ رسالہ لکھنے کا شرف حاصل ہوا، اللہ عزّوجلّ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ ہماری اِس کاوش کو بھی قُبول فرمائے اور ہمیں بھی دونوں جہانوں میں اس کا اجر عطا فرمائے۔

محمد شہزاد عطاری

دارالافتاء

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

الإستفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کہ آج کل ضعیف قُرآنِ کریم اور دیگر اَوراقِ مُقدّسہ کی ری سائیکلنگ اس طرح کی جاتی ہے کہ اِنہیں واشنگ مشین نُماایک بڑی مشین میں ڈال دیاجاتا ہے جس میں بڑے بڑے بلیڈیا کٹر لگے ہوئے ہوتے ہیں، جو انتہائی بے ادبی اور بے دردی سے اِنہیں کاٹ کر ریزہ ریزہ کرکے گُودہ بنادیتے ہیں اور پھر اُس گُودے سے دوبارہ کاغذیا گتہ وغیرہ بنالیا جاتا ہے، کیاایسا کرنا جائز ہے؟اور کیا یہ گتہ یا کاغذ وغیرہ دوبارہ کسی کام میں لیاجاسکتا ہے؟کیونکہ ہماری مُصدّقہ اطلاعات کے مُطابق اِس سے کپڑوں اور جوتوں کے ڈبے بھی بنائے جاتے ہیں یہاں تک کہ ٹوائلٹ ٹشو پیپر بنانے کیلئے اس کاغذ کے استعمال کی خبریں بھی موصول ہوئی ہیں، اِس بارے میں شریعتِ مُطہّرہ کا کیا حکم ہے؟اور اگر ایسا کرنا جائز نہیں ہے تو اِنہیں محفوظ کرنے کیلئے فی زمانہ کون کون سے طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں؟جبکہ بعض اہلِ علم حضرات نے مختلف شرائط وقیودات کے ساتھ ری سائیکلنگ کے جواز کافتویٰ دیاہے، جن میں سے چند کی نُقول بھی سوال نامے کے ساتھ مُنسلک کردی گئی ہیں۔

(سائل:محمد عرفان بغدادی "بِشر حافی فاؤنڈیشن" کھارادر، کراچی / پیر حسن شاہ بخاری، لاہور)

باسمه سبحانه تعالیٰ و تقدس الجواب:

ضعیف قُرآنِ کریم اور دیگر مُقدّس اَوراق کہ جن میں آیاتِ قرآنیہ یا احادیثِ نبویہ تحریر ہوں یا پھر اسماء الحسنیٰ یعنی اللہ عزّوجلّ کے صفاتی نام یا انبیائے کرام اور ملائکۂ عظام علیہم السلام یا بزرگانِ دین علیہم الرضوان کے نام موجود ہوں یا فقہی عبارات درج ہوں، اُن کی بیان کردہ مُروّجہ طریقے پر بلیڈ یا کٹر سے کاٹ کر ری سائیکلنگ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی شخص معاذاللہ مذکورہ ناجائز یا جائز طریقے پر ان سے کاغذ یا گتّہ وغیرہ بنالیتا ہے تو اس گتّے یا کاغذ وغیرہ کو، قُرآنِ کریم اور دیگر کُتبِ دینیہ کی طباعت اور جلد بندی کے علاوہ کسی اور کام میں استعمال کرنا کہ

جس میں بے ادبی کا پہلو پایا جائے مثلاً کپڑے یا جوتے کے ڈبے بنانا یا ٹوائلٹ ٹشو پیپر بنانا، یہ سب جائز نہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ان آوراقِ مقدّسہ کی توہین کی نیت سے ٹوائلٹ پیپر بناتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، لیکن یہ کسی مسلمان سے متصوّر نہیں ہے۔

قرآن کریم اللہ عزّوجلّ کا مُقدّس کلام اور اہلِ اسلام کی مُقدّس ترین کتاب ہے جس کی حُرمت کی حفاظت اور اس کی تعظیم و تکریم ہر مُسلمان پر فرض ہے اور یہ تعظیم و تکریم اور ادب واحترام فقط قرآنِ کریم ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اگر کاغذ یا کسی اور چیز پر قرآنِ کریم کی ایک آیت بھی لکھی ہوئی ہو تو اُس کے ادب واحترام کا بھی یہی حکم ہوگا اور مُسلمانوں کو تو قُرآنِ کریم کو بے وُضو چھونے سے بھی سختی سے منع کیا گیا ہے، تو ایسی مُقدّس کتاب، جس کے ادب واحترام کا اتنی شدّت سے حکم دیا گیا ہو، اُسے سُوال میں ذکر کردہ طریقے پر، بلیڈ یا کٹر وغیرہ سے کاٹ کر ریزہ ریزہ کر کے کاغذ یا گتہ بنانا اور اس عمل میں حاصل ہونے والے قُرآنی کلمات کی سیاہی ملے پانی کو محفوظ نہ کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اور پھر ادب اور بے ادبی کا دارومدار عُرف پر ہوتا ہے لہٰذا اِن مُقدّس اَوراق کے ساتھ ہر وہ فعل کرنا، جس کو مسلمانوں کے عُرف میں بے ادبی سمجھا جاتا ہو ،اُس سے ہر مُسلمان کو بچنا لازم ہے اور ہمارے مُعاشرے میں تو انہیں قینچی یا چاقو وغیرہ سے کاٹنا بھی بے ادبی سمجھا جاتا ہے، تو باقاعدہ بڑی بڑی مشینوں میں ڈال کر بلیڈ اور کٹر وغیرہ سے کاٹنا تو بدرجۂ اولیٰ بے ادبی کہلائے گا اور پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اِن کی ری سائیکلنگ کرنے والے اتنی بے دردی سے اِن اَوراق کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہیں گویا کہ معاذاللہ عزّوجلّ کوئی کچرے کے ڈھیر کو اپنے پاؤں سے روند رہا ہو حالانکہ قرآنِ کریم کی توہین کو توفُقہائے کرام نے کُفر قرار دیا ہے، اسی طرح قُرآنِ کریم اور مُقدّس اَوراق کو جلانا بھی فُقہائے احناف کے نزدیک سخت بے ادبی ہے ؛اسی لیے ہر زمانے میں فُقہائے احناف نے انہیں جلانے سے منع فرمایا ہے، البتہ بسا اوقات قرآن کریم کے نسخے گندے نالوں، گندی جگہوں اور گندگی کے ڈھیروں پر ملتے ہیں، اور انہیں

پاک وصاف کرنے اور ان سے بدبو وتعفّن دور کرنے کی کوئی جائز صورت دستیاب نہیں ہوتی، لہٰذا اگر گٹر، گندے نالوں، سیوریج اور غلاظت کے ڈھیروں میں رہنے کی وجہ سے اُن میں اس قدر بدبو پیدا ہوجائے کہ کسی طرح انہیں پاک وصاف کرنا ممکن نہ ہو اور اِحراق کے علاوہ دوسری کوئی صورت نہ بچے تو انہیں محفوظ کرنے کے اور انہیں مزید بے ادبی سے بچانے کے آخری حل کے طور پر اِحراق کی شرعاً اجازت ہوگی۔

شریعتِ مُطہرہ نے انہیں محفوظ کرنے کے بارے میں مُختلف طریقے بیان فرمائے ہیں، جن میں سب سے افضل یہ ہے کہ اِنہیں پاکیزہ کپڑے میں لپیٹ کر لحد نُما قبر میں دفن کردیا جائے، ورنہ سادی قبر میں رکھنے کے بعد قبر پر کوئی تختہ یا سِلیب وغیرہ رکھ کر قبر کو بند کر کے مٹّی ڈالی جائے تاکہ اِن پر مٹّی وغیرہ نہ گرے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اِنہیں سمندر یا دریا میں ڈال دیا جائے لیکن فی زمانہ انہیں سمندر میں ڈالنے سے بھی منع کیا جائے گا کیونکہ فقہائے کرام نے زمانۂ گزشتہ میں، انہیں سمندر میں ڈالنے کی اجازت اس لیے مرحمت فرمائی تھی کہ اس زمانے میں آج کل کی طرح پکّی سیاہی نہیں ہوتی تھی بلکہ کچّی روشنائی سے لکھا جاتا تھا اور وہ روشنائی پانی سے صاف ہوجاتی تھی، نیز یہ کہ اُس دَور میں کاغذ کا مِعیار بھی دَورِ حاضر کی طرح نہیں تھا اور کچھ عرصے پانی میں رہنے کی وجہ سے وہ کاغذ بھی پانی میں گھل جایا کرتا تھا لہٰذا جب انہیں سمندر میں ڈالا جاتا تھا تو ان کی سیاہی بھی صاف ہوجاتی تھی اور وہ اَوراق بھی پانی میں حل ہوجاتے تھے اور اگر بعض اَوراق سمندر کے کناروں پر آبھی جاتے ہوں گے تو بھی سیاہی کے مٹ جانے کی وجہ سے اُن کی بے حرمتی کا خدشہ نہیں رہتا تھا، لیکن موجودہ زمانے میں جو پرنٹنگ کی جاتی ہے، اُس پرنٹنگ کو عام پانی کے ذریعے دھونا مُمکن نہیں ہے، اور آج کے دَور کا کاغذ بھی پانی میں آسانی سے نہیں گھلتا؛ لہٰذا سمندر میں ڈالنے کے باوجود ان اَوراق کی پرنٹنگ بھی جوں کی توں رہتی ہے اور کاغذ بھی، پھر کچھ عرصے بعد جب

یہ اَوراق سمندر کے کناروں پر آتے ہیں تو ان کی وہ بے حُرمتی دیکھنے میں آتی ہے جو ناقابلِ بیان ہے، نیز یہ کہ فی زمانہ حکومت کی جانب سے بھی انہیں سمندر بُرد کرنے پر پابندی ہے لہٰذا اس وجہ سے بھی انہیں سمندر میں ڈالنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اِن کو کسی ایسے پاکیزہ اور محفوظ مقام پر رکھ دیا جائے کہ جہاں نہ تو اِن تک کسی بے وُضو شخص کا ہاتھ پُہنچ سکے اور نہ ہی کسی قسم کی گندگی یا گرد و غُبار وغیرہ کا اِن پر گرنے کا اِمکان ہو۔

اور مزید ایک طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی طرح اِن کی سیاہی کو مکمل ادب و احترام کے ساتھ پاک پانی یا کیمیکل سے مٹانا مُمکن ہو تو اُسے مٹا کر اُس سیاہی ملے پانی یا کیمیکل کو سمندر یا دریا وغیرہ میں بہا دیا جائے بشرطیکہ آبی مخلوق کیلئے نقصان دہ نہ ہو اور قانوناً اس کی اجازت بھی ہو، ورنہ کسی پاک جگہ پر ڈال دیا جائے جہاں وہ خُشک ہوجائے یا بُخارات بن کر ہوا میں تحلیل ہوجائے، اور جب یہ پورا طریقۂ کار پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے تو پھر اُس سے حاصل ہونے والے گُودے کو ری سائیکل کر کے دوبارہ کاغذ بنانا بھی جائز ہے، لیکن چونکہ زمانۂ ماضی میں عام سیاہی سے لکھائی کی جاتی تھی، جسے بآسانی مٹانا مُمکن ہوتا تھا، جبکہ تادمِ تحریر (یعنی ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ تک) ہماری معلومات کے مُطابق دَورِ حاضر کی پرنٹنگ کو اِس طرح مٹانا کہ سیاہی، اَوراق سے مکمل جُدا ہو کر ایک جگہ جمع ہوجائے اور صرف سادہ کاغذ کا گودہ باقی رہ جائے، یہ ایک طویل اور کافی مہنگا طریقۂ کار ہے، اور عُموماً ری سائیکلنگ کرنے والے افراد، اس طریقے کو نہیں اپناتے، اسی وجہ سے جب تک اِس شعبے سے مُنسلک افراد، اِس طریقے کو نہیں اپناتے تو ہم ان کی ری سائیکلنگ کے مُطلق جواز کا فتویٰ بھی نہیں دے سکتے، لہٰذا "بیان کردہ مُروّجہ طریقے پر اِن مُقدّس اَوراق کی ری سائیکلنگ جائز نہیں ہے" البتہ اگر کوئی شخص یا ادارہ، اِس طریقۂ کار کے مطابق ری سائیکلنگ کرتا ہے تو پھر صرف اس مخصوص صورت میں، انتہائی سخت شرائط اور قیودات کے تحت، اِن کی ری سائیکلنگ جائز ہوگی، سائل نے ری سائیکلنگ کے جواز کا جو فتویٰ

سوالنامے کے ساتھ مُنسلک کیا ہے، اُس فتوے میں لائقِ صد احترام فاضل مُفتی صاحب نے اِسی چیز کو بُنیاد بنا کر اِن کی ری سائیکلنگ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے کہ سب سے پہلے کیمیکل کے ذریعے مطبوعہ حُروف کو مٹا دیا جائے اور اُس سیاہی ملے ہوئے کیمیکل سیال مادّے کو سمندر یا دریا میں بہا دیا جائے بشرطیکہ آبی حیات کیلئے نقصان دہ نہ ہو اور قانوناً اس کی اجازت بھی ہو، ورنہ کسی پاک جگہ پر ڈال دیا جائے جہاں وہ خُشک ہو جائے یا بُخارات بن کر ہوا میں تحلیل ہو جائے، پھر ان اَوراق کو استعمال میں لانا جائز ہو گا، لیکن اِس بارے میں ہمارا موٴقف وہی ہے جو ابھی گُزرا کہ صرف مخصوص صورت میں انتہائی سخت شرائط و قیودات کے ساتھ ری سائیکلنگ جائز ہوگی البتہ اس سے حاصل ہونے والے کاغذ کو فقط قرآن کریم اور دینی کُتُب کی طباعت یا جلد بندی میں استعمال کیا جائے کیونکہ قُرآنِ مجید شعائرُ اللہ سے ہے جس کی تعظیم ہر مسلمان پر لازم ہے اور اس حاصل ہونے والے کاغذ پر ایک عرصے تک مُقدّس کلمات موجود رہے ہیں۔

شعائرُ اللہ کی تعظیم کا حکم:

اللہ عزّوجلّ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے: " وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ "[1]

ترجمہ: "اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے" (کنزالایمان)

شعائرُ اللہ کی تعریف:

شعائرُ اللہ کی تعریف کرتے ہوئے امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں: " كُل ذٰلك من معالمِه وشعائِره الّتي جعلَها أماراتٍ بَين الحقِّ والباطلِ، يُعْلَم بها حلالُه وحرامُه، وأمرُه ونهيُه "[2]

---

[1] الحج: ۲۲/ ۳۲

[2] تفسير الطبري، سورة المائدة، تحت الآية ۲، ٤/ ۳۹٤

یعنی، " وہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے شعائر اور نشانیوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کی علامات بنایا ہے، اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حلال و حرام کردہ اشیاء اور اُس کے امر و نہی کا علم ہوتا ہے"۔

اسی طرح حکیمُ الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی ۱۳۹۱ھ شعائر اللہ کی تعریف میں لکھتے ہیں: "ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام یا اپنی قُدرت یا اپنی رحمت کی علامت قرار دیا۔ ہر وہ چیز جس کو دینی عظمت حاصل ہو کہ اس کی تعظیم مسلمان ہونے کی علامت ہے، وہ شعائر اللہ ہے"۔[1]

معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جس کو دینی عظمت حاصل ہو، اُس کی تعظیم ہر مُسلمان پر لازم ہے، چاہے وہ افراد ہوں یا اُن کا غیر مثلاً انبیائے کرام و اولیائے کرام اور قُرآنِ مجید، یا زمان و مکان ہوں مثلاً ماہِ رمضان یا خانۂ کعبہ یا روضۂ رسول ﷺ، اور اِن کی تعظیم کرنا شریعت کو مطلوب ہے، چنانچہ شعائر اللہ کی تعظیم کے بارے میں امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: "اور بیشک کعبہ شعائر اللہ سے ہے تو تعظیم غلاف تعظیم کعبہ و تعظیم شعائر اللہ شرعاً مطلوب۔"[2]

قُرآن کریم کو بے وُضو چُھونا جائز نہیں:

قرآن مجید کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کو چُھونے کیلئے باطہارت ہونا ضروری ہے اور بے وضو یا حائضہ کیلئے اس کو چُھونا جائز نہیں ہے چنانچہ اللہ عزّوجلّ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے: "لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ"[3]

ترجمہ: " اسے نہ چُھوئیں مگر باوضو " (کنز الایمان)

---

[1] تفسیر نعیمی، سورۃ المائدۃ، تحت الآیۃ ۲، ۶/ ۱۷۲

[2] فتاوی رضویہ، کتاب الحظر والإباحۃ، سلام وتحیت وتعظیم سادات، مسئلہ نمبر ۱۴۰، ۲۲/ ۳۴۳

[3] الواقعۃ: ۵۶/ ۷۹

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں مُفسّرِ شہیر امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ حدیثِ پاک نقل فرماتے ہیں: فَإِنّ النَّبِیّ ﷺ کَتَبَ إِلیٰ عَمرِو بن حزم: "لَا یَمَسُّ الْقُرْآنَ مَنْ هُوَ عَلیٰ غَیْرِ طُهْرٍ"[1]

یعنی، "نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ: جو شخص بے وُضو ہو وہ قرآن کو نہ چُھوئے"۔

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ حدیثِ مبارک نقل فرماتے ہیں: عَن معَاذ بن جبل رَضِي الله عَنهُ أَن النَّبِي صلی الله عَلَيْهِ وَسلم لما بَعثه إِلَى الْيمن كتب لَهُ فِي عَهده "أَنْ لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ"[2]

یعنی، "حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اُنہیں یمن کی طرف بھیجا تو جو عہد لکھ کر دیا اُس میں یہ بھی تھا کہ قُرآن کریم کو صرف با وُضو شخص ہی ہاتھ لگائے"۔

اور امام المفسّرین شیخ احمد مُلّا جیون جونپوری حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں: "وَقدْ اشتهرَ فی کُتبِ أَبی حنیفةَ أنّه لا یجُوزُ للمُحدثِ والحائضِ والنُّفساءِ مسُّ المصحفِ إلّا بِغلافٍ متجافٍ مُنفصلٍ عنه"[3]

یعنی، "مسلکِ امام ابو حنیفہ کی کتابوں میں مشہور ہے کہ بے وُضو اور حیض ونفاس والی عورتوں کیلئے قرآنِ کریم کو چُھونا جائز نہیں مگر ایسے غلاف کے ساتھ جو قرآنِ کریم سے ملا ہوا نہ ہو بلکہ جُدا ہو"۔

اور صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: "جس کو غسل کی حاجت ہو یا جس کا وضو نہ ہو یا حائضہ عورت یا نفاس والی ان میں سے

---

1. التفسیر الکبیر للإمام الفخر الرازی، سورۃ الواقعۃ ۵٦، تحت الآیۃ ۷۹، ۱۰/ ۲۹/ ۴۳۱
2. الدُّرُّ المنثور فی التفسیر بالمأثور، سورۃ الواقعۃ، تحت الآیۃ ۷۹،۸/ ۲۷
3. التفسیرات الأحمدیۃ، سورۃ الواقعۃ، تحت الآیۃ ۷۹، ص ٦۸۳

کسی کو قرآنِ مجید کا بغیر غلاف وغیرہ کسی کپڑے کے چھونا جائز نہیں ہے بے وضو کو یاد پر قرآن شریف پڑھنا جائز ہے لیکن بے غسل اور حیض والی کو یہ بھی جائز نہیں "[1]

اور قرآن کریم کو بے وضو چھونے کے بارے میں امام طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں: "و یکرہ مسّ المحدث المصحف، کما یکرہ للجُنبِ"[2]

یعنی، "بے وضو کیلئے قرآن پاک کو چھونا مکروہ ہے، جیسا کہ جُنبی (بے غسل) کیلئے مکروہ ہے"۔

اسی طرح امام ناصر الدین ابو القاسم محمد بن یوسف سمرقندی حنفی متوفی ۵۵۶ھ لکھتے ہیں: "وَلا یجُوزُ لِمحدثٍ مسُّ المصحفِ لقَوله تعالیٰ { لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ } إلَّا أن یأخُذَہ بِغلافِہِ لأنّہ لم یمسَّہ"[3]

یعنی، "بے وضو کیلئے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے {اسے نہ چھوئیں مگر باوضو} مگر یہ کہ قرآن پاک کو اُس کے غلاف کے ساتھ چھوئے کہ اس طرح چھونے میں قرآن کو چھونا نہیں پایا جاتا"۔

اور امام علاؤالدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: "لا یجُوز للمُحدث مسُّ المصحفِ من غیرِ غلافٍ لقوله تعالیٰ { لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ } [الواقعۃ: 79/56] وقولِ النّبي – صلى الله عليه وسلم – «لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إلَّا طَاهِرٌ»، ولأنَّ تعظیمَ القرآن واجبٌ، ولیسَ مِن التعظیمِ مسُّ المصحفِ بیدٍ حلَّھا حدثٌ"[4]

---

1. خزائن العرفان، سورۃ الواقعہ، تحت الآیۃ۷۹، ص۹۶۵
2. خلاصۃالفتاوی، کتاب الصلاۃ، الفصل الحادی عشر فی القرأۃ، جنس فی قرأۃالقرآن خارج الصلاۃ، ۱/ ۱۰۵
3. الفقہ النافع، کتاب الطھارۃ، باب الحیض، ۱/ ۱۳۶
4. بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الطھارۃ، فصل: وأما بیان ما ینقض

یعنی، ”بے وُضو کیلئے بغیر غلاف کے قرآن مجید کو چُھونا جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے {اسے نہ چُھوئیں مگر باوضو} اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ «قرآن کو نہ چُھوئے مگر باوُضو» اور اس لیے بھی کہ قرآن کی تعظیم واجب ہے اور جس ہاتھ میں حَدَث نے حُلول کیا ہوا ہو، ایسے ہاتھ سے قرآن کو چُھونا، قرآن کی تعظیم میں سے نہیں ہے“۔

قُرآن کریم کی توہین ”کُفر“ ہے:

فُقہائے کرام نے عظمتِ قُرآن کے سبب قُرآن کریم کی توہین کو کُفر قرار دیا ہے، چنانچہ امام قاضی عیاض ابوالفضل عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں: ”اِعلَم أن مَن استخفَّ بالقُرآنِ أو المُصحفِ أو بِشيءٍ منهُ، أو سبَّهُما، أو جَحدَه، أو حرفاً منه أو آيةً، أو كذَّب به أو بشيءٍ منه، أو كذَّب بشيءٍ مما صُرِّح به فيه مِن حُكمٍ أو خبرٍ، أو أثبتَ ما نَفاهُ أو نَفى ما أثبتَه علىٰ علمٍ منه بذٰلك، أو شكَّ في شيءٍ من ذٰلك، فهُو كافرٌ عند أهل العِلم بإجماعٍ“[1]

یعنی، ” جان لے کہ جو قُرآن یا مُصحف کی توہین کرے یا اُس کے کسی جُز کی توہین کرے یا اُسے گالی دے یا قُرآن کا یا اُس کے کسی حرف یا آیت کا انکار کرے یا قُرآن کی یا اُس کے کسی جُز کی تکذیب کرے یا قُرآن کے کسی ایسے حکم یا ایسی خبر کو جھٹلائے جس کی تصریح قُرآن میں موجود ہو یا اُس کو ثابت کرنے کی کوشش کرے جس کی نفی قُرآن میں موجود ہو یا اُس کی نفی کرنے کی کوشش کرے جس کو قُرآن نے ثابت کیا ہو حالانکہ وہ

الوضوء إلخ، ١/ ٢٦٤

(1) الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، القسم الرابع فى تصرف وجوه الأحكام إلخ، الباب الثالث، الفصل التاسع فى الحكم بالنسبة إلى القرآن، ٢/ ٢٩٢

قُرآن کے اثبات و نفی کو جانتا بھی ہو یااِن میں سے کسی بھی امر میں فقط شک بھی کرے تو ایسا شخص بالاجماع کافر ہے"۔

اسی طرح شوافع کے مشہور امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف الدین نووی شافعی متوفی۶۷۶ھ لکھتے ہیں:"قالَ أصحابُنا وغيرُهم: ولَو ألقاه مسلمٌ في القاذُورةِ والعياذ بالله تعالى صارَ المُلقِي كافراً"[1]

یعنی،" ہمارے اصحاب (شوافع) اور اُن کے علاوہ دیگر فقہائے کرام نے فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان، قُرآنِ کریم کو معاذاللہ گندگی میں پھینک دیتا ہے تو وہ پھینکنے والا کافر ہو جائے گا"۔

اسی طرح علامہ نظام الدین حنفی متوفی۱۱۶۱ھ اور جماعتِ عُلمائے ہند لکھتے ہیں:"رجلٌ وضعَ رِجلَه على المصحفِ على وجه الإستخفافِ يكفرُ"[2]

یعنی،"کسی شخص نے توہین کی نیّت سے اپنا پاؤں قرآن مجید پر رکھا تو کافر ہو جائے گا"۔

اور صدرالشریعہ مُفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:"قرآن مجید پر اگر بقصدِ توہین پاؤں رکھا کافر ہو جائے گا۔"[3]

---

[1] التبیان فی آداب حملة القرآن، الباب التاسع فی کتابةالقرآن وإکرام المصاحف، فصل : لاتجوز کتابة القرآن بشیٔ نجس، ص۱۳۹

[2] الفتاوی الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجدوالقبلة والمصحف إلخ، ۵/ ۳۲۲

[3] بہارِ شریعت، حظر واباحت کا بیان، قرآن مجید اور کتابوں کے آداب، مسئلہ نمبر۸، ۳/۱۶/۴۹۵

قرآنِ کریم کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے:

شریعتِ مطہرہ نے تو قرآنِ کریم کی طرف پاؤں پھیلانے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے، چنانچہ امام بہاؤالدین علی بن محمد اسیجابی سمرقندی حنفی متوفی ۵۳۵ھ، امام برہان الدین محمود بن صدرالشریعہ ابنِ مازہ حنفی متوفی ۶۱۶ھ، امام فرید الدین عالم بن علاء ہندی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، اور امام شمس الدین احمد بن سلیمان ابنِ کمال پاشا حنفی متوفی ۹۴۰ھ لکھتے ہیں: "يُكره مدُّ الرِّجلَينِ نحوَ القبلةِ في النومِ وغَيرِه عمداً، وكذٰلك إلى المصحفِ، وكُتب الشريعةِ (وَاللَّفْظُ لِلإسْبِيجابِي" [1]

یعنی، "جان بوجھ کر قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے چاہے سوتے میں ہو یا جاگتے میں ہو، اور اسی طرح قرآنِ کریم اور کُتبِ شرعیہ کی طرف بھی پاؤں پھیلانا مکروہ ہے"۔

اسی طرح امام طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ، امام محمد بن محمد کردری بزازی حنفی متوفی ۸۲۷ھ اور علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں: " مدُّ الرِجلينِ إلى جانبِ المصحفِ إن لمْ يكُن بحذائهِ لا

---

[1] شرح مختصر الطحاوی فی الفقه الحنفی، کتاب الكراهية، مدالرجلين نحو القبلة، ٤/ ٢٢٤٩

الذخيرة البرهانية، كتاب الإستحسان، الفصل الرابع فی المسجد والقبلة والمصحف إلخ، ٧/ ٢٣٩

الفتاوی التاتارخانية، كتاب السير، الفصل الثانی والعشرون فی قسمة الغنائم،نوع آخر:فی بيان ما يكره قسمته،رقم٢٨٠٦٩، ١٨/ ٦٩

مهمات المفتی فی الفروع الحنفية، بعد كتاب الحدود، فصل فی مسائل شتی، ٢/ ٤٣٤

یُکرہ، وکذا لَو کانَ المصحفُ معلقاًمن الْوتدِ وھُو یمدُّالرِّجلین إلی جانبِ المصحفِ،إنْ لمْ یکُن بحذائہٖ لا یُکرہ (وَاللَّفْظُ لِلخُلاصَۃِ)"[1]

یعنی،"اگر قرآن پاؤں کی سیدھ میں نہ ہو تو قرآن کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ نہیں،اور اسی طرح اگر قرآن پاک، کیل کے ذریعے ہوا میں معلّق ہو اور کوئی شخص اُس کی جانب پاؤں پھیلاتا ہے تو اگر قرآن پاؤں کی سیدھ میں نہ ہو تو ایسا کرنا مکروہ نہیں"۔

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر قرآن پاؤں کی سیدھ میں ہو تو اُس کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے۔

قُرآنِ کریم اور دینی کُتب کو تکیہ بنانا بھی مکروہ ہے:

قُرآنِ کریم اور دیگر دینی کتابوں کو تکیے کی طرح سر کے نیچے رکھنا بھی مکروہ قرار دیا گیا ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:"ویُکرہ وَضعُ المصحفِ تحتَ رأسِہ"[2]

یعنی،"اور قرآن پاک کو سر کے نیچے رکھنا مکروہ ہے"۔

---

[1] خلاصۃالفتاوی، کتاب الصلاۃ، الفصل الحادی عشر فی القرأۃ، جنس فی قرأۃالقرآن خارج الصلاۃ، ١/ ١٠٥

الفتاوی البزازیۃ علی ھامش الھندیۃ،کتاب الکراھیۃ،الفصل الثانی فی العبادات،٦ / ٣٥٤، کتاب الإستحسان،٦/ ٣٨٠

غنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ دررالحکام، کتاب الکراھیۃوالإستحسان، فصل من ملك أمۃ بشراءٍ ونحوہ، تحت قولہ:لما فیہ من تعظیمہ، ١/ ٣١٨

[2] الدّرالمختار، کتاب الطھارۃ،أرکان الوضوء أربعۃ، فروع، ص ٣٠

اور امام برہان الدین محمود بن صدرالشریعہ ابنِ مازہ حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:" معلّمٌ معه خریطةٌ فیها کتبٌ من أخبارِ النّبیﷺ، أو کتبُ أبی حنیفةَ، أو غیرِہ، فتوسّدَ بالخریطةِ...... یُکرہ"[1]

یعنی، "کسی اُستاد کے پاس تھیلے میں احادیث کی کتابیں ہوں یا امامِ اعظم ابو حنیفہ یا کسی اور امام کی (دینی) کتابیں ہوں تو اگر اُس تھیلے کو تکیہ بنایا۔۔۔۔ تو مکروہ ہے"۔

ادب اور بے ادبی کا معیار:

شریعت میں ادب اور بے ادبی کا دار و مدار عُرف پر رکھا گیا ہے، عُرف میں جس کام کو ادب سے تعبیر کیا جائے گا، وہ کام شرعاً بھی ادب کے زُمرے میں آئے گا جبکہ جس فعل کو عُرف میں بے ادبی سمجھا جائے گا، شریعتِ مطہرہ کی نظر میں بھی اُس فعل کو بے ادبی ہی شُمار کیا جائے گا، چنانچہ امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:" قرآن مجید اگرچہ دس (۱۰) غلافوں میں ہو پاخانے میں لے جانا بلاشبہہ مسلمانوں کی نگاہ میں شنیع اور اُن کے عُرف میں بے ادبی ٹھہرے گا اور ادب و توہین کا مدار عُرف پر ہے تعویذ کہ بعض آیات پر مشتمل ہو وہ آیات ضرور قرآن عظیم ہیں مگر اُسے تعویذ کہیں گے نہ قرآن، جیسے کتاب نحو کہ امثلہ قواعد میں آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل، اُس کے لئے کتاب نحو ہی کا حکم ہو گا نہ کہ مصحف شریف کا۔ مصحف شریف دارالحرب میں لے جانا منع ہے اور

---

[1] الذخیرۃ البرھانیۃ، کتاب الاستحسان، الفصل الرابع فی المسجد والقبلۃ والمصحف إلخ، ۷/ ۲۳۸

کتاب لے جانے سے کسی نے منع نہ کیا مصحف کے پٹھے کو بے وُضو چھُونا حرام اور اُس کتاب کے ورق کو بھی چھُونا جائز۔"[1]

مزید لکھتے ہیں:"تعظیم و توہین کا مدار عُرف پر ہے عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ "تو" ہے اور یہاں باپ کو "تو" کہے بیشک بے ادب گستاخ اور اس آیہ کریمہ کا مخالف ہے **فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا**(ماں باپ کو ہُوں نہ کہہ نہ جھڑک اور ان سے عزّت کی بات کہہ)۔"[2]

اَوراقِ مقدسہ میں کسی چیز کو لپیٹنا:

شریعتِ مُطَہَّرہ نے تو اَوراقِ مُقدّسہ کا اِس حد تک ادب کرنے کا حکم اِرشاد فرمایا ہے کہ اِن میں کسی چیز کو لپیٹنے سے بھی منع فرمایا ہے، اگر اِن میں کسی شے کو لپیٹنے کی حاجت درپیش آ بھی جائے تو پہلے ان میں سے مُقدّس عبارات کو مٹانا لازم ہے نیز یہ کہ اگر ان کی تحریر مٹانے کی ضرورت ہو تو اسے فقط کسی پاک پانی یا کیمیکل وغیرہ سے دھونے کی اجازت ہے، ناپاک پانی یا نجس اجزاء پر مشتمل کیمیکل سے دھونے کی سختی سے ممانعت ہے، چنانچہ امام فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمر قندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں:" **و یکرہ أن یجعل شیئاً فی کاغذٍ فیه إسمُ اللہ تعالی** "[3]

یعنی،"جس کاغذ پر اللہ عزوجل کا نام لکھا ہوا ہو، اُس میں کوئی چیز رکھنا مکروہ ہے"۔

---

1. فتاوی رضویہ، کتاب الطہارۃ، باب الاستنجاء، مسئلہ نمبر ۲۴۶، ۴/ ۶۰۹
2. فتاوی رضویہ، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، مسئلہ نمبر ۸۳۲، ۶/ ۲۳۴
3. فتاوی النوازل، کتاب الکراھیۃ، مسائل متفرقۃ، ص ۲۹۵

اسی طرح علامہ محمد بن ابو بکر امام زادہ حنفی متوفی ۵۷۳ھ لکھتے ہیں: " **وأُمِرَ بغسلِ اللّوح بالماءِالطّاهرِإن وقعتِ الحاجةُ إليه، ولا بأس أن يُكتب إسمُ الله تعالى فى لوحٍ، ثُم يُغسل و يُستشفى بغَسالته، فَقد ثَبت ذلك فى مَشاهيرِ الأخبارِ من غيرِ نكيرٍ**" (1)

یعنی، " اور بوقتِ حاجت پاک پانی سے قُرآن لکھی ہوئی تختی کو دھونے کا حکم دیا گیاہے اور تختی پر اللہ تعالی کا نام لکھ کر اُسے دھو کر اُس کے دُھلے ہوئے پانی سے شفاء طلب کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ عمل مشہور روایات سے ثابت ہے، کہیں بھی اس عمل سے منع نہیں کیا گیا"۔

اور امام برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابنِ مازہ حنفی متوفی ۶۱۶ھ، امام عُمر بن محمد بن عوض سنامی حنفی متوفی ۷۲۵ھ اور امام محمد بن محمد کردری بزازی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:" **كاغدٌ مكتوبٌ فيه اسمُ الله تعالى جُعل فيه شيءٌ قال أبُو بكرٍ الاسكافُ: يُكره سواءٌ كانتِ الكتابةُ في ظاهرِهِ أو باطنِه بخلافِ الكيسِ إذا كُتب عليه اسمُ تعالى فإنّه لا بأسَ به لأنَّ الكيسَ يُعظم جداً والكاغدَ لا (وَاللّفظُ لِلسّنامِی)** " (2)

---

(1) شرعة الإسلام إلى دار السلام، فصل فى آداب كتابة المصحف، ص ۸۸

(2) الذخيرة البرهانية، كتاب الاستحسان، الفصل الرابع فى المسجد والقبلة والمصحف إلخ، ۷/ ۲۳۸

نصاب الإحتساب، الباب الثانى : الإحتساب على من يستخف بالحروف والكواغد ونحوها، ص ۹۵

الفتاوى البزازية على هامش الهندية، كتاب الكراهية، الفصل الثانى فى العبادات، ۶/ ۳۵۴

یعنی، ” امام ابو بکر اسکاف نے فرمایا: جس کاغذ پر اللہ عزوجل کا نام لکھا ہوا ہو اُس میں کوئی چیز رکھنا مکروہ ہے چاہے لکھائی کاغذ کے ظاہری حصے پر ہو یا باطنی حصے پر بر خلاف بٹوے (پرس) کے، کہ بٹوے پر اللہ عزوجل کا نام لکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ بٹوے کی تعظیم کی جاتی ہے، جبکہ کاغذ کی نہیں“۔

اورامام زین الدین بن ابراہیم ابنِ نُجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ وجماعتِ علمائے ہند اور علامہ سید محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: ” لا يجُوز لفُّ شيءٍ في كاغدٍ فيه مكتوبٌ من الفقهِ وفي الكلامِ الأولىٰ أن لا يُفعلَ وفي كُتب الطِّب يجُوزُ ولو كان فيه اسمُ الله تعالى أو اسمُ النبي – عليه السلام – فيجوزُ محوُه ليُلفّ فيه شيءٌ(وَاللَّفْظُ لِلبَحرِ) “[1]

یعنی، ”جس کاغذ پر کوئی فقہی عبارت لکھی ہوئی ہو، اُس میں کسی شے کو لپیٹنا جائز نہیں، اور اگر علمِ کلام کی عبارت ہو تو بھی بہتر یہی ہے کہ اُس میں بھی کوئی چیز نہ لپیٹی جائے، ہاں کُتبِ طِب کے اَوراق میں لپیٹنا جائز ہے، اور اگر ان میں اللہ عزوجل اور انبیائے

---

[1] البحر الرائق شرح كنزالدقائق، كتاب الطهارة، باب الحيض،تحت قوله: ومسه إلا بغلافه، ۱/ ۳۵۱

مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الطهارة، باب الحيض، تحت قوله:إلا بغلاف، ص۵۸

الدّرّ المختار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة، فروع، ص۳۰

الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد والقبلة إلخ، ۵/ ۳۲۲

ردّالمحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، تحت قوله: ونحوه، ۹/ ۶۳۷

کرام علیہم السلام کے نام لکھے ہوئے ہوں تو ان میں کوئی چیز لپیٹنے کیلئے ان ناموں کو مٹانا جائز ہے"۔

مُقدّس تحریرات کو تھوک کے ذریعے مٹانا بھی جائز نہیں:

مقدس تحریرات کو ناپاک پانی یا نجس اجزاء پر مشتمل کیمیکل سے دھونا تو ناجائز ہی ہے البتہ ساتھ ہی فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مُسلمان کا لُعابِ دہن (تھوک) اگرچہ پاک ہے، لیکن چونکہ عُرف میں اس لُعاب سے ان کو دھونا یا مٹانا، معیوب سمجھا جاتا ہے ،لہٰذا تھوک سے بھی اِن کو دھونے کی اِجازت نہیں دی جائے گی، چنانچہ علامہ محمد بن ابو بکر امام زادہ حنفی متوفی ۵۷۳ھ لکھتے ہیں:" **و يكره محوُ إسمِ الله تعالى بِالبزّاقِ، وقد نَهى رسولُ الله ﷺ عن ذلك** "[1]

یعنی،"اور اللہ عزّوجلّ کے نام کو تھوک سے مٹانا مکروہ ہے، اور تحقیق رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے"۔

اسی طرح امام زین الدین بن ابراہیم ابنِ نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ و جماعتِ علمائے ہند اور علامہ سیّد محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:" **ومحوُ بعضِ الكتابةِ بالريقِ يجوز، وقد وردَ النهيُ في محو اسمِ الله تعالى بالبزّاقِ (وَاللَّفْظُ لِلْبَحرِ)** "[2]

---

[1] شرعة الإسلام إلى دار السلام، فصل في آداب كتابة المصحف، ص ۸۸

[2] البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الطهارة، باب الحيض، تحت قوله: ومسه إلا بغلافه، ۱/ ۳۵۱

مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الطهارة، باب الحيض، تحت قوله: إلا بغلاف، ص ۵۸

الدر المختار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة، فروع، ص ۳۰

یعنی، " اور بعض تحریرات کو تھوک کے ذریعے مٹانا جائز ہے البتہ اللہ عزوجل کے نام کو تھوک کے ذریعے مٹانے سے شریعتِ مُطہرہ نے منع فرمایا ہے "۔

قُرآنِ کریم اور دیگر مُقدّس اَوراق کو جلانا:

قُرآنِ کریم کو جلانے کے معاملے میں اگرچہ فُقہائے کرام کا اختلاف ہے لیکن مُفتیٰ بِہ قول یہی ہے کہ "قُرآنِ کریم کو جلانا جائز نہیں"۔ اسی طرح ایسے مُقدّس اَوراق کہ جن میں آیاتِ قرآنیہ تحریر ہوں یا احادیثِ مبارکہ لکھی ہوئی ہوں یا پھر اسماء الحسنیٰ یعنی اللہ عزوجل کے صفاتی نام یا انبیائے کرام اور ملائکۂ عظام علیہم السلام یا بزرگانِ دین علیہم الرضوان کے نام موجود ہوں یا فقہی عبارات درج ہوں، تمام فُقہائے احناف علیہم الرضوان نے ہر دور میں اِنہیں جلانے سے منع فرمایا ہے، بعض حضرات بُخاری شریف کی اُس روایت سے اِنہیں جلانے کے جائز ہونے پر استدلال کرتے ہیں جس میں حضرتِ سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے اِن اَوراق کے جلانے کے واقعے کا ذکر ہے، لیکن شارحینِ حدیث اور فُقہائے کرام نے اس روایت کی شرح کرتے ہوئے اِس باطل استدلال کا بھی رَدّ کیا ہے جس کا ذکر عنقریب آئے گا، البتہ بسا اوقات قرآن کریم کے نسخے گندے نالوں، گندی جگہوں اور گندگی کے ڈھیروں پر ملتے ہیں، یا لوگ اپنی جہالت سے کہیں ڈال دیتے ہیں اور وہ نجاستوں میں جا پڑتے ہیں، جیسا کہ بعض مقامات پر یہ مشاہدہ بھی ہوا کہ غلاظت کے اندر یہ مبارک نسخے دبے ہوئے ملے، بلکہ چشم دید گواہ بھی موجود ہیں، ایسی صورت حال میں انہیں پاک و

الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة إلخ، ٥/ ٣٢٢

ردّالمحتار على الدّرّالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، تحت قوله: ونحوه، ٩/ ٦٣٧

صاف کرنے اور ان سے بدبو و تعفُّن دُور کرنے کی کوئی جائز صورت دستیاب نہیں ہوتی، لہٰذا اگر حفاظت وصیانت کا کوئی جائز ذریعہ میسر نہ ہو، جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ گٹر، گندے نالوں، سیوریج اور غلاظت کے ڈھیروں میں رہنے کی وجہ سے بدبو اور تعفُّن اس قدر رَچ بس جائے کہ کسی طرح انہیں پاک وصاف کرنا ممکن نہ ہو اور اِحراق کے علاوہ دوسری کوئی صورت نہ بچے تو انہیں محفوظ کرنے کے اور انہیں مزید بے ادبی سے بچانے کے آخری حل کے طور پر اِحراق کی شرعاً اجازت ہو گی، البتہ جب تک حفاظت وصیانت کا ادنیٰ سے ادنیٰ باادب ذریعہ بھی موجود ہو اِحراق کی ہرگز اجازت نہیں ہو گی۔

چنانچہ قرآنِ کریم کو جلانے کی ممانعت کے بارے میں مُحرّرِ مذہبِ امام ابوحنیفہ، امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ اور اُن کے حوالے سے امام برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابنِ مازہ حنفی متوفی ۶۱۶ھ، امام فرید الدین عالم بن علاء ہندی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، امام یعقوب بن سید علی بروسوی حنفی متوفی ۹۳۱ھ، امام سراج الدین عُمر بن ابراہیم ابنِ نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ، علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ وجماعتِ عُلمائے ہند اور علامہ سید محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: "إذا أصابَ المُسلمونَ غنائمَ فكانَ فيها مصحفٌ لا يُدرى أنّ المكتوبَ فيه توراةٌ أو إنجيلٌ أو زبورٌ أو كفرٌ.فلَيسَ يَنبغِي للأميرِ أن يَبيع ذلك من المُشركينَ، مخافةٌ أن يضلّوا به فَيكونَ هو المُسبب لِفتنتِهم وإصرارِهم على الكُفرِ، وذلك لا رُخصةَ فيه، وكذلك لا يَبيعُ من مُسلمٍ.وكذلك لا يقسمُ بَين الغانمينَ. ولا يَنبغِي له أن يحرِق بِالنّار ذلك أيضاً (وَاللّفظُ لِلشَّيْبَانِي)"[1]

---

[1] السير الكبير مع شرحه للسرخسي، أبواب سهمان الخيل والرجالة، باب ما يحمل عليه الفيء، ۲/ ۳/ ۱٤۰

یعنی، ”اور جب مسلمان غنیمتوں میں ایسے مصاحف پائیں جن میں نہ جانا جائے کہ جو کچھ ان میں لکھا ہوا ہے وہ تورات ہے یا انجیل ہے یا زبور ہے یا کفریہ عبارات ہیں، تو امیر لشکر کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اِن مصاحف کو مشرکین کو فروخت کرے، کیونکہ ان کو فروخت کرنے میں اُن مشرکین کے گمراہ ہونے کا خوف ہے، تو یہ اُن مشرکین کے فتنے میں مُبتلا ہونے اور اُن کے کُفر پر مُصر رہنے کا سبب بنے گا، اور یہ ایسا مُعاملہ ہے کہ اِس کی اِجازت نہیں، اور اسی طرح مُسلمانوں کو بھی فروخت نہیں کرے گا، اور نہ مُجاہدین کے درمیان تقسیم کرے گا، اور اُس کیلئے اِن مصاحف کو آگ میں جلانا بھی جائز نہیں ہے“۔

المحیط البرهانی، کتاب الکراهیة والإستحسان، الفصل الخامس فی المسجد والقبلة إلخ، برقم ۹٤۷۸، ۸/ ۱۰

الذخیرة البرهانیة، کتاب الإستحسان، الفصل الرابع فی المسجد والقبلة والمصحف إلخ، ۷/ ۲۳۷

الفتاوی التاتارخانیة، کتاب السیر، الفصل الثانی والعشرون فی قسمة الغنائم، نوع آخر: فی بیان ما یکره قسمته، رقم ۱۰۰۹۸، ۷/ ۱۲۰

الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الکراهیة والإستحسان، الفصل الخامس فی المسجد والقبلة إلخ، برقم ۲۸۰٦٥، ۱۸/ ٦۸

مفاتیح الجنان فی شرح شرعة الإسلام، فصل فی آداب کتابة المصحف، تحت قوله: وإذا بلی المصحف واندرس، ص ۱۰۳

النهر الفائق شرح کنز الدقائق، کتاب الجهاد، باب الغنائم وقسمتها، تحت قوله: قسم بیننا، ۳/ ۲۱۰

الفتاوی الهندیة، کتاب السیر، الباب الرابع فی الغنائم إلخ، الفصل الثانی فی کیفیة القسمة، ۲/ ۳۱٥

الفتاوی الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة إلخ، ٥/ ۳۲۳

ردّالمحتار علی الدرّ المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، تحت قوله: کما فی الأنبیاء، ۹/ ٦۹٦

اسی طرح امام فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ، امام عُمر بن محمد بن عوض سنامی حنفی متوفی ۷۲۵ھ، امام مسعود بن عُمر سعد الدین تفتازانی حنفی متوفی ۷۹۳ھ، علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ احمد بن محمد بن اسمٰعیل طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: "**کتبٌ فیها اسمُ الله تعالی أَو مُصحفٌ یُستغنی عنها ...لا یحُرقُ (وَاللّفظُ لِلسَّمرقندِی)**"[1]

یعنی، "وہ کتابیں جن میں اللہ تعالی کا نام لکھا ہو، یا قُرآن پاک ہو اور وہ قابلِ انتفاع نہ رہے.....تو بھی اُنہیں جلایا نہیں جائے گا"۔

امام محمد کی "سیر کبیر" کی عبارت کی شرح کرتے ہوئے امام شمس الدین ابو بکر محمد بن ابی سہل سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:" **(وَلا یَنبغِي لَه أن یحرِق بالنّار ذلك أیضاً) لأنّ من الجائزِ أن یَکونَ فیه شيءٌ مِنْ ذکرِ الله تعالی، ومما هُو کلامُ الله، وفي إحراقِه بالنّارِ من الإستخفافِ ما لا یخفی**"[2]

یعنی، "(اور اِس کیلئے اِن مصاحف کو آگ میں جلانا بھی جائز نہیں ہے) اس لیے کہ ممکن ہے کہ ان مصاحف میں اللہ عزّوجل کا ذکر موجود ہو یا پھر اللہ عزّوجل کا مبارک کلام

---

[1] فتاوی النوازل، کتاب الکراهیة، مسائل متفرقة، ص۳۰۱)
نصاب الإحتساب، الباب الثانی : الإحتساب علی من یستخف بالحروف والکواغد ونحوها، ص۹۵
الفتاوی الحنفیة، الباب الثانی والعشرون فی المسائل المتفرقة، ص۱۸۳
غنیة ذوی الأحکام فی بغیة درر الحکام، کتاب الکراهیة والإستحسان، فصل من ملك أمة بشراء ونحوه، تحت قوله: لما فیه من تعظیمه، ۱/ ۳۱۸
حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، تحت قوله: لا بأس بالجماع إلخ، ۱۱/ ۲۲۷

[2] شرح السیر الکبیر للسرخسی، أبواب سهمان الخیل والرجالة، باب ما یحمل علیه الفیئ، ۲/ ۳/ ۱۴۱

موجود ہو، اور ان مصاحف کو آگ میں جلانا، ذکر اللہ اور کلام اللہ کی ایسی توہین ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہے"۔

اور امام قاضی خان حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ، امام عبد القادر بن یوسف قدری آفندی حنفی متوفی ۱۰۸۳ھ اور امام محمد بن حسین بن علی طوری حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں: "**فإن كانت كُتُب الرسائل وفيها اسمُ الله تعالى واستغنى عنها صاحبُها ويُحب أن لا تُقرأ، أحبُّ إلينا أن يُمحى ماكانَ فيها من إسمِ الله تعالى، ثُمّ يُحرقها.... ولا أُحب أن يُحرقها بالنار مَا لَمْ يمح ما كانَ فيها من إسمِ الله تعالى والأنبياءِ والملائكةِ (وَاللّفظُ لِلْخانِية)**"[1]

یعنی، "پس اگر کتابیں رسالوں (غیر مُجلّد چھوٹی کتابوں) کی صورت میں ہوں اور اُن میں اللہ تعالیٰ کا نام ہو اور اُن کتابوں کا مالک اُن کتابوں سے بے نیاز ہو جائے اور پسند کرے کہ اُن کو نہ پڑھا جائے تو ہمارے نزدیک پسندیدہ عمل یہ ہے کہ پہلے اُن کُتب میں سے اللہ تعالیٰ کا نام مٹایا جائے اور پھر انہیں جلا دیا جائے۔۔۔۔ اور ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ اُن کتابوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نام، اور انبیائے کرام اور ملائکہ علیہم السلام کے نام مٹائے بغیر انہیں آگ میں جلایا جائے"۔

اور امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: "اِحراقِ مُصحفِ بوسیدہ و غیر منتفع (ضعیف اور ناقابلِ انتفاع قرآن کریم کو جلانا) عُلماء میں مختلف فیہ ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ جائز نہیں"۔[2]

---

[1] فتاوی قاضی خان علی هامش الهندیة، کتاب الوصایا، فصل فی مسائل مختلفة، ۳/ ۵۰۶
واقعات المفتین، کتاب الکراهیة والاستحسان، ص ۲۵
تکملة البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الوصایا، باب الوصیة بالخدمة والسکنی إلخ، تحت قوله: وبصوف غنمه وولدها إلخ، ۹/ ۳۰۲

[2] فتاوی رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، آداب کا بیان، مسئلہ نمبر ۱۰۸، ۲۳/ ۳۳۸

مزید لکھتے ہیں: "البتہ قواعد بغدادی وابجد اور سب کُتُب غیر منتفع بہاماورائے مصحف کریم کو جلادینا بعد محو اسمائے باری عزاسمہ واسمائے رُسُل وملائکہ صلی اللہ تعالی علیہم وسلم اجمعین کے جائز ہے"۔[1]

اور صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: "مصحف شریف بوسیدہ ہو جائے تو اس کو جلایا نہ جائے"۔[2]

اور مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی وقارالدین حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: "قرآن پاک کے بوسیدہ اور پرانے اَوراق اور وہ اخبارات و رسائل جن میں قرآنی آیات اور احادیث وغیرہ ہوتی ہیں، اُن کو.... جلانا پسندیدہ عمل نہیں ہے"۔[3]

قُرآنِ کریم کو جلانے کے حوالے سے چند مزید ائمہ کے اقوال:

اسی طرح شوافع کے مشہور امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف الدین نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: "وأنه إذا كُتب على خشبةٍ كُره إحراقُها،أجمع المُسلمونَ علىٰ وُجوبِ صيانةِ المُصحفِ وإحترامِه"[4]

یعنی، "اور اگر آیاتِ قرآنیہ کو کسی لکڑی پر لکھا گیا ہو تو اُس لکڑی کو جلانا مکروہ ہے، قُرآن پاک کی حفاظت اور اُس کے احترام کے واجب ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے"۔

1. فتاوی رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، آداب کا بیان، مسئلہ نمبر ۱۰۸، ۲۳/۳۳۹
2. بہارِ شریعت، حظر واباحت کا بیان، قرآن مجید اور کتابوں کے آداب، مسئلہ نمبر ۵، ۳/۱۶/۴۹۵
3. وقارالفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، تلاوتِ قرآن کا بیان، بوسیدہ قرآن اور سیاروں کو جلانے کا حکم، مسئلہ نمبر ۱۰۲، ۲/۱۰۳
4. التبيان فی آداب حملة القرآن، الباب التاسع فی كتابةالقرآن وإكرام المصاحف، فصل : لاتجوز كتابة القرآن بشيء نجس، ص۱۳۹

اسی طرح امام بدرالدین ابو عبد اللہ محمد بن بہادر زرکشی شافعی متوفی ۷۹۴ھ لکھتے ہیں: ”جَزم القاضِي حُسين في تعلِيقه بِامتناعِ الإحراقِ، لأنه خِلافُ الإحترامِ“[1]

یعنی، ”قاضی حسین نے اپنی ”تعلیق“ میں قرآنِ کریم کے جلانے کی ممانعت پر جزم فرمایا ہے، اس لیے کہ یہ جلانا احترام کے خلاف ہے“۔

روایتِ عثمانِ غنی کی وضاحت:

بعض حضرات ضعیف قرآن کریم کے جلانے کو جائز قرار دیتے ہیں اور جواز کی دلیل میں بخاری شریف کی روایت نمبر ۴۹۸۷ کو ذکر کرتے ہیں، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کو ایک متفق علیہ قرأت پر جمع کیا اور اُس کے کئی نسخے بنوا کر مُختلف شہروں میں روانہ کر دیئے، تو اس متفق علیہ نسخے کے علاوہ تمام نسخوں کو جلانے کا حکم ارشاد فرمایا، حالانکہ کثیر مُحدِّثین کرام نے اس روایت سے کیے جانے والے اس باطل استدلال کا رد کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اُس واقعے کا پس منظر کچھ اور ہے اور اس کی بنیاد پر ضعیف قرآن کریم کے جلانے کو جائز قرار دینا دُرست نہیں، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس فعل کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں کہ یہ جلانا فتنے کو دفع کرنے کیلئے تھا اور دفن کی صورت میں مخالفین کی جانب سے اخراج کا احتمال تھا، نیز یہ کہ جو جلایا گیا تھا وہ قرآن نہیں تھا بلکہ وہ اَوراق تھے جن میں قرآن کے علاوہ تفاسیر وغیرہ خلط ملط تھیں اور اُن میں قرأت شاذہ اور منسوخ قرآن تھا اور جو کچھ تحریر تھا وہ لغتِ قریش پر نہیں تھا، چنانچہ علامہ جمال الدین عبد الرحمٰن بن علی ابنِ جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے

[1] البرهان في علوم القرآن، النوع التاسع والعشرون في آداب تلاوته وكيفيتها، ۳۱۰/۱/۱

ہیں: ”فإن قِيلَ:كيفَ حُرقتِ المصاحفُ وهِى مُعظمةٌ؟ فالجوابُ:أن ذٰلك لِتعظيمِ القُرآنِ وصِيانتهِ عن التغيُّرِ، ورُبَّ فسادٍ فى الظّاهرِ تضمنه صلاحٌ“[1]

یعنی، ”پس اگر پوچھا جائے کہ انتہائی عظمت کے باوجود مصاحف کو کیسے جلایا گیا؟ تو جواب دیا جائے گا کہ در حقیقت یہ جلانا قرآن کی تعظیم ہی کیلئے تھا اور تحریف و تغییر سے محفوظ رکھنے کیلئے تھا، اور کبھی کبھار کسی فعل کے ظاہر میں فساد نظر آتا ہے لیکن اُس فساد کے ضمن میں بھلائی پوشیدہ ہوتی ہے“۔

اسی طرح علامہ سراج الدین ابو حفص عمر بن علی ابنِ مُلقّن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں: ”قالَ ابنُ عطيةَ: هذا حُكمه فِى ذلك الزّمنِ،أمّا الآن قِيل:الغسلُ أولىٰ إذا دعت الحاجةُ إلى إزالته،وما فَعله عُثمانُ رضى الله عنه، فلاِختلاطِ الشاذِّ بالمتواتر وخشيةَ التحريفِ أيضاً أو الإحراقُ لإذهابِ عينِه رأساً، قال عياضٌ:قد أحرقَ عثمانُ والصّحابةُ المصاحفَ بعدَ أن غَسلُوا منها بالماءِ ما قدرُوا عليه،قال النّووى: وكانَ ذلكَ صيانةً لمصحفِ عثمانَ، ونقلَ القُرطبى عن التِرمذى الحكيمِ أنّ مِن حُرمةالقرآنِ ألّا تتخذَ الصحيفةَ إذا بليتْ ودرستْ وقايةً للكُتبِ،فإنّ ذلك جفاءٌعظيمٌ ولٰكن يُمحىٰ بالماءِ،وقدْ قال الحسنُ البصرى: لا يُحرق المصحفُ الغالُ،وكان بعضُ السلفِ يَستشفى بغَسالته.“[2]

---

[1] كشف المشكل لابن الجوزى على صحيح البخارى، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، برقم:٤٩٨٧، ٦/ ٣١٧

[2] التوضيح لشرح الجامع الصحيح، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، برقم:٤٩٨٧، ٢٤/ ٢٤

یعنی، "علامہ ابن عطیہ نے کہا: یہ حکم اُس زمانے میں تھا اور اب دھونا بہتر ہے، اگر ان اَوراق کو زائل کرنے کی حاجت ہو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان مصاحف کو اس لیے جلایا تھا کہ اُن میں شاذ اور متواتر قراءتوں کا اختلاط ہو گیا تھا اور اُن میں تحریف کا بھی خدشہ تھا اور یہ جلانا ان تمام خدشات کے مکمل ازالے کیلئے تھا، قاضی عیاض نے فرمایا: حضرتِ عثمان اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اُن مصاحف کو جتنا ممکن ہو سکا، پانی سے دھونے کے بعد جلایا، امام نووی نے فرمایا: یہ جلانا مصحفِ عثمان کی حفاظت کیلئے تھا، علامہ قرطبی نے حکیم ترمذی سے نقل کیا ہے کہ قرآن کی حُرمت میں سے یہ بھی ہے کہ جب مصحف ضعیف ہو جائے اور قابلِ قراءت نہ رہے تو بھی ہم اُسے دوسری کُتب کی جلد بندی کیلئے استعمال نہیں کر سکتے؛ کیونکہ اِس میں گُناہِ عظیم ہے لیکن اس کو پانی سے مٹایا جائے گا، اور حسن بصری نے کہا: ضعیف مصحف کو جلایا نہیں جائے گا بلکہ بعض اسلاف تو اس کے غسالے (دھوون) سے شفاء حاصل کیا کرتے تھے"۔

اور امام شمس الدین محمد بن موسیٰ برماوی شافعی متوفی ۸۳۷ھ لکھتے ہیں: **"والمراد بالإحراقِ لما هُو منسوخ، أو المختلطِ بغيرِه من التفسيرِ، أو بِلغةِ غيرِ قريشٍ، أو القراءاتِ الشاذةِ، وفائدتُه: أن لا يقعَ إختلافٌ فيه"**[1]

یعنی، "اور جلانے سے مراد وہ قرآن ہے جو منسوخ تھا، یا پھر قرآن کے سوا تفاسیر یا غیر قریش کی لغت یا قراءت شاذہ اُس میں مختلط ہو گئیں تھیں، اور جلانے کا فائدہ یہ تھا کہ آئندہ کبھی بھی قرآن میں اختلاف پیدا نہ ہو"۔

[1] اللامع الصحيح بشرح الجامع الصحيح، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، برقم: ٤٩٨٧، ١٣/ ٩٥

اور علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:" وقالَ الكرماني: فإن قُلتَ: كيفَ جازَ إحراق القُرآنِ؟ قُلتُ: المحروقُ هو القرآنُ المنسوخُ أو المختلطُ بغيره من التفسيرِ أو بلغةِ غيرِ قريشٍ أو القراءاتِ الشاذةِ، وفائدتُه أن لا يقعَ الاختلافُ فيه---- هذا كانَ في ذلك الوقتِ، وأما الآن فالغسلُ إذا دعتِ الحاجةُ إلى إزالتِه، وقال أصحابُنا الحنيفة: إن المصحفَ إذا بلي بحيثُ لا يُنتفع به يُدفن في مكانٍ طاهرٍ بعيدٍ عن وطءِ الناسِ "[1]

یعنی،"اور کرمانی نے کہا: پس اگر تو کہے: قرآن کو جلانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ تو میں کہتا ہوں: جو جلایا گیا وہ منسوخ قرآن تھا، یا قرآن کے سوا تفاسیر یا غیر قُریش کی لغت یا قرآت شاذہ وغیرہ اُس میں مختلط ہو گئیں تھیں اور اِس جلانے کا یہ فائدہ تھا کہ آئندہ کبھی بھی قرآن میں اختلاف پیدا نہ ہو.......اور یہ جلانا اُس زمانے میں تھا، اور اب اگر ضعیف مصاحف کے ازالے کی حاجت درپیش ہو تو اُن کو دھویا جائے گا، اور ہمارے فُقہائے احناف نے فرمایا: جب مصحف اتنا ضعیف ہو جائے کہ اُس سے انتفاع ممکن نہ ہو تو اُسے لوگوں کی پُہنچ سے دور کسی پاک مقام پر دفن کیا جائے گا"۔

اور امام حافظ احمد بن علی ابنِ حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:"قدْ جزمَ عياضٌ بأنهم غسلُوها بالماءِ ثمّ أحرقُوها مبالغةً في إذهابها----وقالَ ابنُ

---

[1] عمدۃالقاری شرح صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، برقم ۴۹۸۷، ۱۳/ ۵۳۶

عطيةُ:هذا الحكمُ هُو الذي وقعَ في ذلك الوقتِ وأمّا الآن فالغسلُ أولىٰ لما دعتِ الحاجةُ إلى إزالته"[1]

یعنی، "تحقیق قاضی عیاض نے اس پر جزم فرمایا کہ اُنہوں نے پہلے ان اَوراق کو پانی سے دھویا پھر اُنہیں مکمل زائل کرنے کیلئے مبالغہ کرتے ہوئے اُنہیں جلادیا..... اور ابنِ عطیہ نے کہا: یہ حکم اُس وقت کیلئے تھا اور اب اگر ان اَوراق کو زائل کرنے کی حاجت ہو تو اُنہیں دھونا بہتر ہے"۔

اور امام احمد بن اسمٰعیل کورانی شافعی پھر حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں: **"لِئلاّ يقعَ فى أيدى الناسِ ،و ينفِى الفسادُ، وهٰذا شئ أدى إليهِ إجتهادُه، فلاَ وجهَ لما يُقال:كان الأَولىٰ الأمرُ بغَسلِه،على أنه نُقل أنه غَسلَ القرآنَ ثُمَّ أَحرقَه"**[2]

یعنی، "تاکہ وہ اَوراق لوگوں کے ہاتھ نہ لگ سکیں اور فساد کا احتمال بھی باقی نہ رہے اور اس فعل کی طرف اُن کے اجتہاد نے اُن کی رہنمائی کی لہٰذا یہ کہنے کا کوئی جواز نہیں کہ ان اَوراق کو دھونے کا حکم دینا بہتر ہوتا، حالآنکہ یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اُنہوں نے ان اَوراق کو دھونے کے بعد جلایا"۔

اور علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ لکھتے ہیں: **" وَالمرُاد به مَا هُو مَنسُوخٌ، أَو مُختلطٌ بِغيرِهِ مِن التفسيرِ، أَو القِراآتِ الشّاذةِ أَو مَا كانَ بِلُغةِ غَيرِالعربِ"**[1]

---

[1] فتح البارى شرح صحيح البخارى، كتاب فضائل القرآن،باب جمع القرآن، برقم ٤٩٨٧، ٢٥/١١

[2] الكوثر الجارى إلى رياض أحاديث البخارى، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، برقم ٤٩٨٧، ٣٨١/٨

یعنی،" اور جلانے سے مراد وہ قرآن ہے جو منسوخ تھا، یا پھر قرآن کے سوا تفاسیر یا غیر عرب کی لغت یا قرأت شاذہ اُس میں مختلط ہو گئیں تھیں"۔

اور علامہ علی بن سلطان مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:" قَال ابنُ حجر: وفعل عثمان يرجح الإحراق، وحرقه بِقصدِ صِيانتِه بِالكُلية لا اِمتهانَ فِيه بوجهٍ كانَ بمَا ثبتَ أنه لَيس مِن القُرآنِ أَو مما اِختلطَ بِه اِختلاطاً لا يقبلُ الانفكاكَ، وإنما اختارَ الإحراقَ لأنّه يُزيل الشكَّ في كَونه ترك بعضِ القُرآنِ، إذ لَو كانَ قُرآناً لمْ يجوّز مسلمٌ أنه يحرقُه------ وَالكلامُ الآنْ فِيما هُو الثَابتُ قطعاً فمَع وُجودِ الفرقِ وحُصولِ ظَاهرِ الإهانةِ يتعينُ الغَسلُ، بلْ يَنبغي أن يُشربَ ماؤُه فإنه دواءٌ مِن كُل داءٍ وشفاءٌ لما في الصُدورِ"[2]

یعنی،"اور ابنِ حجر نے فرمایا: حضرت عثمان کا جلانے کو ترجیح دینا اور جلانا قرآن پاک کی مکمل حفاظت کیلئے تھا اور اس میں کوئی توہین نہیں تھی اس لیے کہ ثابت ہو چکا تھا کہ جو جلایا جا رہا ہے وہ قرآن نہیں ہے، یا پھر اُس میں جو تحریرات خلط ملط ہو چکیں تھیں اُن کو جُدا کرنا ممکن نہ تھا، اور اُنہوں نے جلانے کو اس لیے بھی اختیار کیا کہ اُس میں قرآن کے کچھ حصے کے رہ جانے کا شک بھی زائل ہو جائے، کیونکہ اگر وہ قرآن ہوتا تو کوئی مسلمان اُسے جلانے کی تجویز ہی نہ دیتا..... (مُلّا علی قاری فرماتے ہیں) اور آج کے زمانے میں کلام اُس میں ہے جس کا قرآن ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہے، تو واضح فرق کے موجود ہوتے ہوئے

---

[1] تحفۃالباری بشرح صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، برقم ۴۹۸۷، ۵/ ۲۸۷

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃالمصابیح، کتاب فضائل القرآن وجمع القرآن، برقم ۲۲۲۱، ۵/ ۱۰۷

اور اُس کے جلانے میں واضح توہین کے ظاہر ہونے کے سبب، اُس کا دھونا متعین ہو چکا ہے، بلکہ مسلمانوں کو تو اُس کے (دھلے ہوئے) پانی کو پینا چاہیے کہ وہ ہر مرض کی دوا ہے اور دلوں کی بیماریوں کیلئے شفاء ہے"۔

اور علامہ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالہادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں: " **وَالمرُادُ به ما هُو مُختلطٌ بغيرهِ مِن التفاسيرِ، أوِ القِراءاتِ الشّاذةِ أَو مَا كانَ بِلغةِ غيرِ العربِ**"(1)

یعنی، " اور جلانے سے مراد وہ قرآن ہے جس میں قرآن کے سوا تفاسیر یا غیر عرب کی لغت یا قرأت شاذہ مختلط ہو گئیں تھیں"۔

اور امامِ اہلِ سنت لکھتے ہیں: " اور صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے کہ احراق واقع ہوا ، کمافی حدیث البخاری، بغرض رفع فتنہ وفساد تھا اور بالکلیہ رفع اس کا اسی طریقہ پر منحصر کہ صورت دفن میں ان لوگوں سے جنہیں مصاحف محرقہ اور ان کی ترتیب خلاف واقع پر اصرار تھا، احتمال اخراج تھا، بخلاف مانحن فیہ کہ یہاں مقصود حفظ مصاحف ہے، بے ادبی اور ضائع ہو جانے سے اور یہ امر طریقۂ دفن میں کہ مختار علماء ہے کما مر بنھج أحسن، حاصل۔"(2)

اور مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی وقارالدین حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: "حضرتِ عثمانِ غنی نے اُن نسخوں کو جلانے کا حکم دیا تھا جن میں قرآت شاذہ تھی یا تفسیر بھی ساتھ

---

(1) حاشية الإمام السندي على صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، برقم ۴۹۸۷، ۳/ ۳۹۹

(2) فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والإباحۃ، آداب کابیان، مسئلہ نمبر ۱۰۸، ۲۳/ ۳۳۹

لکھی ہوئی تھی یا جو لغتِ قریش کے علاوہ دوسری لغت کے مطابق تحریر کیے گئے تھے۔ ان نسخوں کے جلادینے میں یہ حکمت تھی کہ اُمتِ مسلمہ کو اختلاف فی القرآن سے بچایا جائے اگر ان نسخوں کو باقی رہنے دیا جاتا تو ایسے اختلافاتِ شدیدہ رونما ہوتے جن کا سدّباب کرنا مُشکل ہو جاتا"۔ [1]

انتہائی ضرورت کے وقت قرآنِ کریم کو جلا کر محفوظ کرنا:

اگر حفاظت و صیانت کا کوئی جائز ذریعہ میسر نہ ہو، جیسا کہ گٹر، گندے نالوں، سیور یج اور غلاظت کے ڈھیروں میں رہنے کی وجہ سے بدبو اور تعفُّن اس قدر رچ بس جائے کہ کسی طرح انہیں پاک وصاف کرنا ممکن نہ ہو، اور اِحراق کے علاوہ دوسری کوئی صورت نہ بچے تو اِحراق کی شرعاً اجازت ہوگی کہ قواعد شرعیہ اس کی طرف مُشیر اور ضوابط مذہب مہذب سے اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: "يُتحَمَّلُ الضَرَرُ الخَاصُّ؛ لأجلِ دفعِ ضررِ العامِ"[2]

یعنی، "ضررِ عام کو دُور کرنے کیلئے ضررِ خاص کو برداشت کیا جائے گا"۔

---

[1] وقار الفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، تلاوتِ قرآن کا بیان، بوسیدہ قرآن اور سپاروں کو جلانے کا حکم، مسئلہ نمبر ۱۰۲، ۲/۱۰۳

[2] الأشباه والنظائر، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الأول: من هذه القواعد، القاعدة الخامسة، ص ٧٤

اور ضررِ خاص کو ضررِ خاص کے ذریعہ دُور نہیں کیا جائے گا، چنانچہ علامہ ابراہیم بیری زادہ حنفی متوفی ۱۰۹۹ھ فرماتے ہیں: " **وَلَوْ لَحِقَ الضَّررُ بِالْخَاصِ لِدَفْعِ الضَّررِ عنِ الْخَاصِ لایجُوزُ**"[1]

یعنی، "ضرر عن الخاص کے دفعیہ کیلئے ضرر بالخاص لاحق ہو تو جائز نہیں ہے"۔

اور یہاں ظاہر ہے کہ جب بدبو اور گندگی کسی بھی جائز طریقہ سے دُور کرنا ممکن نہیں ہے تو گویا یہ مستمر یعنی ضررِ عام ہوا جبکہ اس کے مقابلے میں اِحراق دفعۃً واحدۃً ضررِ خاص، لہٰذا لگاتار بدبو اور گندگی میں رکھنے کے بجائے ایک ہی دفعہ میں جلادینا ضررِ عام کو ضررِ خاص کے ذریعہ دفع کرنے کے قبیل سے ہے، چنانچہ اسی قاعدہ کو بیان کرتے ہوئے ابنِ نجیم مصری لکھتے ہیں: " **لَو كانَ أحدُهمَا أعظمَ ضرراً مَنَ الآخَرِ؛ فإنّ الأشدّ يُزالُ بِالأخفّ** "[2]

یعنی، " اگر ایک ضرر دوسرے ضرر سے بڑا ہو تو اشد ضرر کو اخف ضرر کے ذریعہ دور کیا جائے گا"۔

ظاہر ہے کہ مستقل طور پر بدبو اور گندگی میں رکھنا جلادینے کے مقابلے میں اشد ہے، لہٰذا اس قاعدہ شرعیہ کے تحت بھی حفاظت وصیانت کی خاطر جلانے کی اجازت ہونی چاہئے اسی لیے علامہ ابنِ نجیم لکھتے ہیں: " **إذا تَعارضَ مُفسدَتَانِ رُوعِيَ أعظمُهما ضرراً بِارتِكابِ أخفِّهما، قال الزَّيلَعِي في بابِ شُرُوط الصّلاةِ: ثمّ الأصلُ في**

---

[1] عمدۃ ذوی البصائر، الفن الأول، القاعدۃ الخامسۃ، تحت قولہ: يتحمل الضرر الخاص إلخ، ۱/ ۲۲۸

[2] الأشباہ والنظائر، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الأول: من هذه القواعد، القاعدة الخامسة، ص ۷۵

جِنسِ هٰذِهِ المَسائلِ أن مَن ابْتلِيَ بِبَلِيَّتَين، وَ هُما مُتساوِيَتانِ يأخُذ بِأيَّتهما شاءَ، وإن اخْتَلفَا يختَارُ أهوَنهما "[1]

یعنی، "جب دو مفسدہ متعارض ہوں تو اخف کا ارتکاب کرکے اعظم کی رعایت کی جائے گی، امام فخر الدین زیلعی نے باب شروط الصلوۃ میں فرمایا کہ اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جو آدمی دو بلاؤں میں مبتلا ہو اور دونوں برابر ہوں تو جسے چاہے اختیار کرے ،اور اگر برابر نہ ہوں تو آسان کو اختیار کرے"۔

نیز مصاحف کریمہ کا ادب واحترام مامور بہ ہے اور بدبو، گندگی اور غلاظت میں رکھنا منہی عنہ، تو منہی عنہ کی رعایت کیلئے اگر مامور بہ کو چھوڑنا بھی پڑے تو کوئی حرج نہیں، چنانچہ امام ابن نجیم مصری فرماتے ہیں:" إعتناءُ الشرعِ بِالمنْهياتِ أشدُّ مِن إعتنائِه بِالمأموراتِ، وَلِذا قالَ عليه السلام {إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ} "[2]

یعنی، "شریعت نے مامورات کے مقابلے میں منہیات کا زیادہ خیال رکھا ہے، اسی لئے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: میں تمہیں جس بات کا حکم دوں حتی المقدور اسے اختیار کرو اور جس سے منع کروں اس سے باز رہو"۔

اسی طرح علامہ علی بن سلطان مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:" وَاختلفَ العُلماءُ في ورقِ المصحفِ البالي إذا لمْ يبقَ فيهِ نفعٌ أن الأولىٰ هُو

---

[1] الأشباه والنظائر، الفن الأول : القواعد الكلية ، النوع الأول: من هذه القواعد ، القاعدة الخامسة ، ص٧٦

[2] الأشباه والنظائر، الفن الأول : القواعد الكلية ، النوع الأول: من هذه القواعد ، القاعدة الخامسة ، ص٧٨

الغَسلُ، أوِ الإحراقُ؟ فقيلَ: الثّاني لأنّه يدفعُ سائرَ صُورِ الإمتهانِ، بخِلافِ الغسلِ فإنّه تداس غسالتُه، وقيلِ الغسلُ وتصب الغسالةُ في محلٍّ طاهرٍ لأنَّ الحرقَ فيهِ نوع إهانةٍ"[1]

یعنی، ''ضعیف مصاحف کے اوراق جب قابلِ انتفاع نہ رہیں تواُن کو جلانے یا دھوڈالنے میں عُلماء کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا: جلانا بہتر ہے کیونکہ اس میں توہین کے تمام خدشات ختم ہو جاتے ہیں، برخلاف دھونے کے کہ بعض اوقات ان کے غسالے کی توہین ہوتی ہے، جبکہ یہ بھی کہا گیا کہ دھونا بہتر ہے اور ان کے غسالے کو پاک جگہ پر بہادیا جائے اس لیے کہ جلانے میں ایک قسم کی توہین پائی جاتی ہے''۔

نیز فقہائے شافعیہ ،مالکیہ وحنبلیہ کے نزدیک بھی کچھ شرطوں کے ساتھ اِحراقِ مصاحف جائز ہے، چنانچہ امام شمس الدین محمد بن خطیب شربینی شافعی متوفی ۹۷۷ھ فرماتے ہیں:''وَيُكرهُ إحرَاقُ خشبٍ نُقشَ بِالقُرآنِ إلا إن قَصدَ به صِيانةَ القُرآنِ فَلا يُكره ''[2]

یعنی، ''جس لکڑی پر قرآن منقوش ہو اسے جلانا مکروہ ہے مگر جبکہ صیانت قرآن مقصود ہو تو مکروہ نہیں''۔

اور علامہ شمس الدین محمد دسوقی مالکی متوفی ۱۲۳۰ھ فرماتے ہیں:'' (قَولهُ: وإن كانَ علىٰ وجهِ صِيانتِه) أي أو كانَ حرقُه لأجلِ مريضٍ فلا ضَرَرَ فيه ''[3]

---

[1] مرقاةالمفاتيح شرح مشكاةالمصابيح، كتاب فضائل القرآن، باب إختلاف القراءات وجمع القرآن، تحت رقم الحديث ۲۲۲۱، ۵/ ۱۰۷

[2] مغنی المحتاج ، کتاب الطهارة، باب اسباب الحدث ، ۱/ ۷۳

[3] حاشية الدسوق علی الشرح الكبير ، باب فی الردة و أحكامها ، ۴/ ۳۰۱

یعنی، "اگر مصحف کو جلانا صیانت کے طور پر ہو یعنی کسی ناگزیر وجہ کی خاطر تو اس میں کوئی ضرر نہیں"۔

اور مفتیٔ دیارِ مصر علامہ شیخ محمد علیش مالکی متوفی ۱۲۹۹ھ فرماتے ہیں: "**وَحرقُ ماذُكرَ إن كانَ علىٰ وجهِ الإستخْفافِ فكذٰلكَ وإن كانَ علىٰ وجهِ صِيانتِهِ فلَا ضَرَرَ بَلْ رُبمَا وَجبَ**"(1)

یعنی، "مذکورہ چیزوں کو جلانا اگر بطور استخفاف ہو تو کفر ہے، اور اگر صیانت کے طور پر ہو تو کوئی ضرر نہیں بلکہ بسا اوقات واجب ہے"۔

اور امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن مفلح مقدسی حنبلی متوفی ۷۶۳ھ فرماتے ہیں: "**وَما تَنجسَ أو كُتبَ عَليهِ بِنجسٍ غُسِلَ، قالَ في الفُنونِ: يَلزمُ غَسلُه. وقالَ: فقَدْ جازَ غسْلهُ وَتحريقُه لِنوعِ صِيانةٍ**"(2)

یعنی، "جو مصحف ناپاک ہو جائے یا نجس چیز سے لکھا جائے دھویا جائے گا، "فنون" میں فرمایا کہ دھونا لازم ہے، اور فرمایا کہ دھونا بھی جائز ہے اور حفاظت کیلئے جلانا بھی جائز ہے"۔

غالباً اسی لئے مُفسّرِ قُرآن حضرت علامہ مفتی عبد الرزاق بھترالوی حنفی متوفی ۱۴۴۱ھ فرماتے ہیں: "اگر کوئی اور صورت نہ ہو تو اس نیت سے کہ قرآن پاک کے اَوراق کی بے حرمتی ہو رہی ہے پاؤں کے نیچے آ رہے ہیں۔ بکھرے پڑے ہیں پیٹھ آ رہی ہے جن بوریوں اور تھیلیوں میں ہیں ان کے پیچھے لوگ اپنے جوتے بھی رکھ لیتے ہیں۔ اس طرح کی

---

1. تقریر الشیخ محمد علیش علی ھامش حاشیۃ الدسوقی، ۴/ ۳۰۱
2. کتاب الفروع، کتاب الطھارۃ، باب نواقض الوضوء، ۱/ ۲۴۸

بے حرمتیوں سے بچانے کے لئے اگر کوئی شخص قرآن پاک کے اَوراق کو جلا کر راکھ کو دفن کردے یا کسی دریا میں بہادے تو جائز ہے"۔[1]

خلاصہ کلام یہ کہ جب صورت حال ایسی ہو کہ مصاحف مقدسہ گندگی، غلاظت ، گٹر، گندے نالے وغیرہ میں ملیں اور انہیں پاک کرنے کی کوئی سبیل نہ ہو، نہ ان کی بدبو اور تعفن دور کرنا کسی طرح ممکن ہو، ساتھ ہی مسلمانوں کے درمیان اندیشۂ فتنہ بھی نہ ہو تو بدرجہ حد درجہ مجبوری انہیں ہمیشہ کی بدبو اور گندگی سے بچانے کیلئے جلانے کی اجازت ہوگی ، اور اگر صیانت کا کوئی دوسرا ادنیٰ ذریعہ کسی بھی طرح دستیاب ہو تو انہیں جلانا، جائز نہیں ہوگا۔

ضعیف اَوراقِ مُقدّسہ کو محفوظ کرنے کے شرعی طریقے:

اِسلام ایک ایسا مکمل ضابطۂ حیات ہے جو اپنے پیروکاروں کو زندگی کے ہر موڑ پر بالکل دُرست رہنُمائی فراہم کرتا ہے ،اِن ضعیف مصاحف اور اَوراقِ مُقدّسہ کو محفوظ کرنے کے لیے بھی شریعتِ مطہرہ نے کئی طریقے بیان فرمائے ہیں ، جن میں سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ اِنہیں کسی پاکیزہ کپڑے میں لپیٹ کر زمین میں لحد نُما قبر کھود کر دفن کردیا جائے اور اگر سادی قبر ہو تو کوئی تختہ یا سلیب وغیرہ رکھ کر قبر کو بند کرکے مٹی ڈالی جائے تاکہ اِن پر مٹی وغیرہ نہ گرے ، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اِنہیں سمندر یا دریا میں ڈال دیا جائے ، لیکن اس طریقے کے بارے میں ہم اس فتوے کے آخر میں تفصیلی کلام کریں گے کہ کیا آج کے دَور میں انہیں سمندر یا دریا وغیرہ میں ڈالنا جائز ہوگا؟ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اِن کو کسی ایسے پاکیزہ اور محفوظ مقام پر رکھ دیا جائے کہ جہاں نہ تو اِن تک کسی بے وُضو

---

[1] نجوم الفرقان من تفسیر آیات القرآن، مقدمہ، ۱/۴۷

شخص کا ہاتھ پہنچ سکے اور نہ ہی کسی قسم کی گندگی یا گرد و غُبار وغیرہ کا اِن پر گرنے کا اِمکان ہو اور مزید ایک طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی طرح اِن کی سیاہی کو مکمل ادب و احترام کے ساتھ پاکیزہ پانی یا کیمیکل وغیرہ سے مٹانا مُمکن ہو تو اُسے مٹا دیا جائے، اِن طریقوں کی وضاحت ہر دَور کے عُلمائے کرام اور فُقہائے عظام نے اپنی اپنی تصنیفات میں فرمائی ہے، چنانچہ امام فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ، امام قاضی خان حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ، امام نجم الدین مختار بن محمود زاہدی غزمینی متوفی ۶۵۸ھ، امام عُمر بن محمد بن عوض سنامی حنفی متوفی ۷۲۵ھ، علامہ محمود بن احمد بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، امام یعقوب بن سید علی بروسوی حنفی متوفی ۹۳۱ھ، امام عبد القادر بن یوسف قدری آفندی حنفی متوفی ۱۰۸۳ھ، علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور امام محمد بن حسین بن علی طوری حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں: ''**كُتُبٌ فِيها اسمُ الله تعالىٰ أو مُصحفٌ يُستغنى عنها يُلقى فِي الماءِ الجارِي أو يُلفّ فِي خرقةٍ نظيفةٍ و يُدفن فِي أرضٍ طاهرةٍ (وَاللَّفْظُ لِلسَّمَرقَنْدِي)**''[1]

---

[1] فتاوى النوازل، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة، ص ۳۰۱

فتاوى قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الوصايا، فصل في مسائل مختلفة، ۳/ ۵۰۶

المجتبي شرح مختصر القدوري، كتاب الحظر والإباحة، تتمة كتاب الحظر والإباحة، ٤/ ۲۳۵

نصاب الإحتساب، الباب الثاني: الإحتساب على من يستخف بالحروف والكواغد ونحوها، ص ۹۵

البناية شرح الهداية، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة، تحت قوله: فيكون حسناً، ۱۲/ ۲۳۸

مفاتيح الجنان في شرح شرعة الإسلام، فصل في آداب كتابة المصحف، مع قوله: وإذا بلى المصحف واندرس، ص ۱۰۳

واقعات المفتين، كتاب الكراهية والإستحسان، ص ۲۵

الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، فروع، ص ٦٦٨

یعنی، ”وہ کتابیں جن میں اللہ تعالی کا نام لکھا ہوا ہو یا قُرآن پاک ہو اور وہ قابلِ انتفاع نہ رہے، تو انہیں بہتے پانی میں ڈال دیا جائے گا، یا صاف سُتھرے پاکیزہ کپڑے میں لپیٹ کر پاک زمین میں دفن کر دیا جائے گا“۔

اسی طرح امام شمس الدین ابو بکر محمد بن ابی سہل سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، امام طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ، علامہ محمد بن ابو بکر امام زادہ حنفی متوفی ۵۷۳ھ، شیخ طاہر بن شیخ الاسلام خوارزمی حنفی متوفی ۷۷۱ھ، امام مسعود بن عُمر سعد الدین تفتازانی حنفی متوفی ۷۹۳ھ، امام محمد بن محمد کردری بزازی حنفی متوفی ۸۲۷ھ، علامہ شیخ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ اور علامہ احمد بن محمد بن اسمٰعیل طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: "إذا انقطعَ أوراقُ المُصحفِ: إنه لا بأسَ بدفنِه في مكانٍ طاهرٍ (وَاللَّفظُ لِلسّرخسِي) "(1)

تکملة البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الوصايا، باب الوصية بالخدمة والسكنى إلخ، تحت قوله: وبصوف غنمه وولدها إلخ، ۹/ ۳۰۲

(1) شرح السير الكبير للسرخسي، أبواب سهمان الخيل والرجالة، باب ما يحمل عليه الفيء، ۲/ ۳/ ۱۴۲

خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل الحادي عشر في القرأة، جنس في قرأة القرآن خارج الصلاة، ۱/ ۱۰۵

شرعة الإسلام إلى دار السلام، فصل في آداب كتابة المصحف، ص ۸۸

الجواهر من فقه الحنفية، الباب السادس في القرأة إلخ، ص ۳۹۰

الفتاوى الحنفية، الباب الثاني والعشرون في المسائل المتفرقة، ص ۱۸۳

الفتاوى البزازية على هامش الهندية، كتاب الإستحسان، ۶/ ۳۸۰

غنية المستملي في شرح منية المصلي، كتاب الصلاة، فيما يكره من القرأة في الصلاة، ص ۴۲۹

یعنی، ”جب قُرآنِ پاک کے اَوراق الگ الگ ہو جائیں تو اُنہیں کسی پاکیزہ جگہ دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے“۔

اورامام سراج الدین علی بن عثمان تیمی حنفی متوفی ۵۶۹ھ، علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ سید محمد ابوسعود مصری حنفی متوفی ۱۱۷۲ھ لکھتے ہیں: ”**إذا صارَ المصحفُ خلقاً ينبغي أن يُلفَّ فِي خرقةٍ طاهرةٍ و يُدفنَ فِي مكانٍ طاهرٍ....أو يُغسلَ(وَاللَّفظُ للسّراجِية)**“(1)

یعنی، ”اور جب قرآن کریم ضعیف ہو جائے تو چاہیے کہ اُسے پاکیزہ کپڑے میں لپیٹ کر پاک مقام پر دفن کر دیا جائے.....یا اُسے دھولیا جائے گا“۔

اسی طرح امام بُرہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، امام زین الدین بن ابراہیم ابنِ نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ وجماعتِ علمائے ہند اور ہندیہ کے حوالے سے امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: ” **المصحفُ إذا صارَ خلقاً لا يُقرأُ منه ويخافُ أن يَضيع يجعلُ في خرقةٍ طاهرةٍ ويُدفنُ، ودفنُه أولى من وَضعِه مَوضعاً يخافُ أن يقعَ عليهِ النجاسةُ أو نحوُ ذلك ويُلحد له؛ لأنّه لَو شُقَّ ودُفنَ يحتاجُ إلى**

حاشية الطحطاوی علی مراق الفلاح، کتاب الطهارة، باب الحيض، تحت قوله: ولا يرمی برايةالقلم، ص ١٤٤

(1) الفتاوی السراجية، کتاب الکراهية، باب القرآن، ص ٧١

غنية ذوی الأحکام فی بغية دررالحکام، کتاب الکراهيةوالإستحسان، فصل من ملك أمة بشراء ونحوه، تحت قوله: لما فيه من تعظيمه، ١/ ٣١٨

فتح المعين علی شرح الکنز لملا مسکين، کتاب الکراهية، فصل فی البيع، تحت قوله: وتعشير المصحف، ٣/ ٤٠٧

إهالةِ التّرابِ عليه، وفي ذلكَ نَوعٌ تحقيرٌ إلا إذا جُعلَ فَوقه سقفٌ بحيثُ لا يصلُ التّرابُ إليه فهُو حسنٌ أيضاً، كذا في الغَرائبِ (وَاللّفظُ لِلْهِندِيةِ)"[1]

یعنی،" اور جب قرآن پاک اتنا ضعیف ہوجائے کہ اُس سے قرأت نہ کی جاسکے،اور اُس کے ضائع ہوجانے کاخوف ہو تو اُسے پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے گا اور اُس کو ایسے مقام پر رکھ دینے سے جہاں اُس پر نجاست وغیرہ کے گرنے کا خوف ہو، دفن کردینا افضل ہے،اوراُس کیلئے لحد نُما قبر بنائی جائے؛ کیونکہ جب سادی قبر بناکر دفن کیاجائے گا تو اُس پر مٹی گرانے کی حاجت ہوگی اور اِس طریقے میں کتاب اللہ کی ایک قسم کی تحقیر اور توہین ہے، ہاں اگر سادی قبر پر اِس طرح چھت بنادی جائے کہ مٹی اُس تک نہ پہنچے تو یہ بھی بہتر ہے جیسا کہ "غرائب" میں ہے"۔

اورامام برہان الدین محمود بن صدرالشریعہ ابنِ مازہ حنفی متوفی۶۱۶ھ،امام فریدالدین عالم بن علاء ہندی حنفی متوفی۷۸۶ھ اور علامہ سید محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:"**وَ إذا صارَ المصحفُ خلقاً بحيثُ لا يُقرأُ مِنه لا يُكره دفنُه، وَ منْ أرادَ دفنَه يَنبغِي أَن يلفّه بخرقةٍ طاهرةٍ، ويحفرَ لها حفرةً ويلحدَ ولا يشقّ؛ لأنّه مَتى شق ودفن يحتاجُ إلى إهالةِ التُّرابِ عليهِ، وَفي ذٰلك نَوعٌ تحقيرٌ واستخفافٌ بِكتابِ الله تعالىٰ، وإن شاءَ غسلَه بِالماءِ حَتى يذهبَ مَا بِه، وإِن شَاء**

---

[1] التجنیس والمزید، کتاب الصلاۃ، باب القرأۃ فی الصلاۃ، فصل فی القرأۃ فی غیر الصلاۃ، مسألۃ:۴۹۷، ۱/ ۴۶۹

البحر الرائق شرح کنزالدقائق، کتاب الطھارۃ، باب الحیض،تحت قولہ: ومسہ إلا بغلافہ، ۱/ ۳۵۰

الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلۃ إلخ، ۵/ ۳۲۳

فتاوی رضویہ، کتاب الحظر والإباحۃ، آداب کابیان، مسئلہ نمبر ۱۰۸، ۲۳/ ۳۳۹

وَضعَه في مَوضعٍ طاهرٍ لا تصلُ إليهِ يدُ المحدثِينَ، وَلا تَصلُ إليه النجاسةُ تعظيماً لكلامِ الله تعالىٰ (وَاللَّفظُ لِلمُحِيط البُرهانِي)"[1]

یعنی، "اور جب قرآن پاک اتنا ضعیف ہو جائے کہ اُس سے قرأت نہ کی جاسکے، تو اُسے دفن کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور جو اُسے دفن کرنا چاہے تو اُسے چاہیے کہ اُسے پاک کپڑے میں لپیٹے اور اُس کیلئے قبر کھودے اور لحد نُما قبر بنائے، سادی قبر نہ بنائے؛ کیونکہ جب سادی قبر بناکر دفن کرے گا تو اُس پر مٹی گرانے کی حاجت ہو گی اور اِس طریقے میں کتاب اللہ کی ایک قسم کی تحقیر اور توہین ہے اور اگر چاہے تو اُسے پانی سے اِس طرح دھوئے کہ جو کچھ اُس میں لکھا ہوا ہے وہ مٹ جائے اور اگر چاہے تو اُسے ایسے پاکیزہ مقام پر رکھ دے جہاں نہ تو بے وُضو کا ہاتھ اُسے پہنچ سکے اور نہ ہی کوئی نجاست اُسے پہنچے، اور یہ تمام طریقے کلام اللہ کی تعظیم کیلئے ہیں"۔

اور صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: "قرآن مجید پرانا بوسیدہ ہو گیا اس قابل نہ رہا کہ اس میں تلاوت کی جائے اور یہ اندیشہ ہے کہ اس کے اَوراق منتشر ہو کر ضائع ہوں گے، تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن

---

[1] المحيط البرهاني، كتاب الكراهية والإستحسان، الفصل الخامس فى المسجد والقبلة إلخ، برقم ۹٤۷۸، ۸/ ۱۰
الذخيرة البرهانية، كتاب الإستحسان، الفصل الرابع فى المسجد والقبلة والمصحف إلخ، ۷/ ۲۳۷
الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية والإستحسان، الفصل الخامس فى المسجد والقبلة إلخ، برقم ۲۸۰٦۵، ۱۸/ ٦۸
ردّالمحتار على الدرّالمختار، كتاب الحظروالإباحة، فصل فى البيع، تحت قوله: كما فى الأنبياء، ۹/ ٦۹٦

کر دیا جائے اور دفن کرنے میں اس کے لیے لحد بنائی جائے، تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے یا اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈالیں کہ اس پر مٹی نہ پڑے"۔[1]

اور مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی وقارالدین حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں:"قرآن پاک کے بوسیدہ اور پرانے اَوراق اور وہ اخبارات و رسائل جن میں قرآنی آیات اور احادیث وغیرہ ہوتی ہیں، اُن کو جمع کرنا اور اُس کے بعد ایک مقام پر دفن کر دینا یا کُھلے پانی جیسے سمندر یا دریا وغیرہ میں پتھر باندھ کر ڈال دینا سب سے زیادہ اچھا اور زیادہ مناسب ہے"۔[2]

موجودہ زمانے میں اِن مُقدّس اَوراق کو سمندر میں ڈالنے کی اجازت نہیں:

فی زمانہ اِن مُقدّس اَوراق کو سمندر، دریا، نہر یا کسی اور مقام پر بہتے پانی میں ڈالنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی اور اس اجازت نہ دینے کی دو عظیم وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ: گزشتہ زمانے میں کچی سیاہی سے لکھائی کی جاتی تھی جو کہ عام پانی سے بھی ڈھل جایا کرتی تھی اور اُسے مٹانے کیلئے کوئی مُشقت بھی نہیں کرنا پڑتی تھی، چنانچہ ضعیف اَوراق کو سمندر بُرد کرنے کے کچھ عرصے بعد پانی میں رہنے سے اُن کی سیاہی با آسانی مٹ جایا کرتی تھی، ہمارے اس مؤقف کی تائید فُقہائے کرام کی اُن عبارات سے بھی ہوتی ہے جو چند صفحات قبل گزری ہیں کہ قُرآنِ کریم اگر ضعیف ہو جائے تو اُسے دفن کر دیا جائے یا پانی سے دھو دیا جائے، اِن عبارات سے واضح طور پر سمجھا جا سکتا ہے کہ اُس دور میں جو سیاہی

---

1. بہارِ شریعت، حظر واباحت کا بیان، قرآن مجید اور کتابوں کے آداب، مسئلہ نمبر ۵، ۳/۱۶/۴۹۵
2. وقارالفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، تلاوتِ قرآن کا بیان، بوسیدہ قرآن اور مُقدّس اوراق کی حفاظت، مسئلہ نمبر ۱۰۱، ۲/۱۰۰

تھی وہ پانی سے دھونے پر کاغذ سے جدا ہو جاتی تھی اور مزید اس مؤقف کی تائید "تاتاری فتنہ اور سقوط بغداد" وغیرہا تاریخ کی مشہور کُتُب سے بھی ہوتی ہے ،جن کے مُطابق ۶۵۶ھ یعنی ۱۲۵۸ء، میں جب منگول قوم کے سالار ہلاکو خان نے مسلمانوں کے مرکز، شہر بغداد کو تاراج کیا اور معروف کُتب خانے " بیت الحکمت " کو برباد کیا،یہ معروف کُتب خانہ "بیت الحکمت " آٹھویں صدی عیسوی میں قائم ہوا جس میں 500 سال سے جمع شدہ بے شمار انمول کتابیں ، قلمی نسخے موجود تھے منگول سپاہیوں نے مسلمانوں کا یہ کتابی سرمایہ دجلہ بُرد کر دیا، تاریخ کہتی ہے کہ کتابوں کی تعداد اس قدر تھی کہ کتابوں سے چھوٹنے والی سیاہی سے دریائے دجلہ کا پانی سیاہ ہو گیا۔ یہ واقعہ ساتویں صدی ہجری کا ہے اور اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں بھی ایسی سیاہی استعمال ہوتی تھی جو پانی سے ڈھل جایا کرتی تھی ،ایسی پختہ سیاہی جو با آسانی پانی سے نہ مٹ سکے اس کا استعمال گیارہویں صدی ہجری کے بعد شروع ہوا، اسی طرح باقاعدہ پرنٹنگ پریس بھی اسی دَور میں ایجاد ہوا، نیز یہ امر بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ چونکہ گزشتہ زمانے میں کاغذ سازی کی صنعت بھی آج کی طرح ترقی یافتہ نہیں تھی، اسی لیے اُس دور میں کاغذ کا معیار بھی آج کل کی طرح نہیں تھا اور کچھ عرصے پانی میں رہنے کی وجہ سے وہ کاغذ بھی پانی میں گھل جایا کرتا تھا اور اس طرح اُن کی بے حُرمتی کا کوئی اندیشہ بھی نہیں ہوتا تھا، لہٰذا اُس دور میں فُقہائے کرام بھی اُنہیں سمندر بُرد کرنے کا حکم ارشاد فرمایا کرتے تھے، بر خلاف موجودہ زمانے کے کہ فی زمانہ کاغذ کی صنعت، ترقی کی بے شُمار منازل طے کر چکی ہے اور ایسی ایسی اعلیٰ اقسام کے کاغذ مارکیٹ میں موجود ہیں جن پر پانی کوئی اثر نہیں کرتا اور ایک طویل عرصے پانی میں رہنے کے باوجود وہ کاغذ اپنی اصل حالت پر باقی رہتا ہے، نیز فی زمانہ پرنٹنگ کی صنعت بھی بہت زیادہ ترقی کر چکی ہے اور کئی اقسام کی پرنٹنگ کی جاتی ہے، جن میں سے بہت سی اقسام

تو ایسی ہیں کہ سادہ پانی سے دھونا تو دُور کی بات ہے کسی عام کیمیکل سے بھی اُن کو مٹانا مُشکل ہے، چنانچہ موجودہ دَور میں ایسے اعلیٰ قسم کے کاغذ پر انتہائی عُمدہ قسم کی پرنٹنگ کرکے قُرآنِ پاک بھی چھاپے جاتے ہیں اور دیگر کُتبِ احادیث وفقہ اور دوسری دینی کُتب بھی اسی قسم کے اعلیٰ کاغذ پر جدید مشینوں سے پرنٹنگ کرکے طبع کی جاتی ہیں اور جب یہ قُرآن کریم اور کُتبِ مُقدّسہ ضعیف ہو جاتے ہیں اور قابلِ انتفاع نہیں رہتے تو ان کو سمندر یا دریا میں ڈالنے سے ان کی بے حُرمتی کا خطرہ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے؛ کیونکہ یہ پانی میں جاکر نہ تو گھلتے ہیں اور نہ ہی ان کی سیاہی مٹ جانے کا کوئی امکان ہوتا ہے، بلکہ اگر ان کو کسی بوری یا تھیلے وغیرہ میں ڈال کر اور ان میں وزنی پتھر ڈال کر بھی پانی میں ڈالا جائے تو عام مُشاہدہ ہے کہ کچھ عرصے کے بعد وہ بوری یا تھیلا تو پانی میں گھل جاتا ہے اور یہ مُقدّس اَوراق پانی میں بہتے ہوئے سطحِ آب پر آجاتے ہیں اور پھر بہتے بہتے ساحلِ سمندر پر یا دریا کے کناروں پر آجاتے ہیں اور اُس کے بعد وہ قیامت خیز مناظر دیکھنے میں آتے ہیں کہ الامان والحفیظ، ہماری اس سلسلے میں اَوراقِ مُقدّسہ کے تحفظ کیلئے فی سبیل اللہ کام کرنے والی ایک معروف تنظیم کے بانی وچیئرمین سے مسلسل کئی نشستوں میں تفصیلی گفتگو ہوئی اور انہوں نے ایسے ایسے تہلکہ خیز حقائق سے آگاہ کیا جن کو سُن کر رونگٹے کھڑے ہوگئے اور محترم موصوف نے ایسی ایسی وڈیوز دکھائیں جن کو دیکھ کر وہاں موجود مفتیانِ عظام اور عُلمائے کرام کی آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں، ان میں سے چند مشاہدات درج ذیل ہیں۔

(۱) اُنہوں نے بتایا کہ کچھ عرصے قبل شہر کراچی میں، نیٹی جیٹی کے ساحل پر جمع شدہ مُقدس اَوراق کو بے حُرمتی سے بچانے کیلئے اُنہوں نے کئی ہفتوں پر مُحیط ایک طویل آپریشن کیا تھا جس میں اُن کے عملے کے کئی افراد نے حصہ لیا تھا اور مُقدّس اَوراق کے تقریباً سترہ (۱۷) کنٹینر ساحلِ سمندر سے نکالے تھے اور اُس ساحلِ سمندر پر پانی کی وہ

حالت تھی کہ اطراف کے علاقوں کا سیوریج کا سارا پانی اُسی جگہ آکر گرتا تھا اور ہر طرح کی غلاظت ساحلِ سمندر پر موجود تھی اور اُسی غلیظ، نجس اور انتہائی بدبودار پانی میں اُن کی ٹیم کے افراد نے مُسلسل کئی ہفتوں کی محنت کے بعد وہ مُقدّس اَوراق نکالے تھے اور ان کی ایسی بے ادبی اور بے حُرمتی والی حالت تھی کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ، اگر ان کو سمندر میں نہ ڈالا جاتا تو اُن کی ایسی بے حُرمتی نہ ہوتی۔

(۲) اُنہوں نے مزید بتایا کہ ایک سرکاری ادارے کے افسر نے اُنہیں بُلایا اور مُقدّس اَوراق کو سمندر میں ڈالے جانے کے بعد ہونے والی بے حُرمتی سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارا بلوچستان سے لے کر کراچی تک، مُلکِ پاکستان کی پوری ساحلی پٹی پر آنا جانا لگا رہتا ہے اور یہ پوری ساحلی پٹی سمندر میں ڈالے جانے والے مُقدّس اَوراق سے بھری ہوئی ہے، کیونکہ اگر انہیں سمندر کے درمیان بھی ڈالا جائے تو سمندر کی لہریں انہیں بہا کر بالآخر ساحلِ سمندر پر ہی لاکر ڈال دیتی ہیں اس لیے کہ سمندر میں پیدا ہونے والی لہروں کا رُخ بہر حال ساحلِ سمندر ہی کی طرف ہوتا ہے اور یہ اَوراق اُن لہروں کے ساتھ بہتے ہوئے ساحلِ سمندر تک پہنچ جاتے ہیں اور پھر ساحلِ سمندر پر ان کی وہ بے حُرمتی ہوتی ہے کہ جس کو بیان کرتے ہوئے زبان کانپتی ہے اور دِل لرز اُٹھتا ہے، اطراف کے تمام علاقوں کی سیوریج کی لائنیں ساحلِ سمندر پر آتی ہیں اور اُن لائنوں کے ذریعے سے ہر قسم کی غلاظت، چاہے وہ انڈسٹریز کا فُضلہ ہو یا انسانی اور حیوانی فُضلہ، ساحلِ سمندر پر آکر گرتی ہے اور اُسی ساحلِ سمندر پر یہ اَوراق موجود ہوتے ہیں اور پھر اُسی غلاظت میں آلودہ ہوجاتے ہیں۔

نیز یہ کہ یہ صرف سمندر ہی کا حال نہیں ہے بلکہ پورے مُلکِ پاکستان کے دریاؤں اور بڑی بڑی نہروں میں بھی اسی طرح مُقدّس اَوراق ڈالے جاتے ہیں اور پھر اُن

کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ کچھ عرصے بعد وہ پانی کی سطح پر آجاتے ہیں اور پھر دریاؤں اور نہروں کے کناروں پر آکر ٹھہر جاتے ہیں اور وہاں موجود ہر قسم کی نجاست اور غلاظت سے آلودہ ہوتے رہتے ہیں، اور مزید ستم ظریفی یہ بھی ہے کہ ایسے علاقوں میں آوارہ کتّے، بلّیاں اور دیگر جانور بھی آزادانہ طور پر گھومتے پھرتے رہتے ہیں اور وہاں نجاست اور گندگی پھیلاتے رہتے ہیں اور وہیں یہ مُقدس اَوراق بھی موجود ہوتے ہیں اور اُن کی ناقابلِ بیان بے حُرمتی ہورہی ہوتی ہے۔

(۳) مُحترم موصوف نے کچھ ایسی وڈیوز بھی دکھائیں جو مُلک کے مُختلف دریاؤں اور نہروں کے کناروں پر موجود مُقدّس اَوراق کے ساتھ ہونے والی بے حُرمتی اور بے ادبی کی ببانگِ دہل گواہی دے رہی تھیں اور مُطالبہ کررہی تھیں کہ خُدارا کچھ کرو اور انہیں بے حُرمتی سے محفوظ کرنے کیلئے کوئی ایسا قدم اُٹھاؤ کہ آئندہ یہ بے حُرمتی سے محفوظ رہیں۔ نیز یہ کہ ایسی تصاویر اور وڈیوز تو سوشل میڈیا پر بلامُبالغہ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں جو ہم سے سُوال کررہی ہیں کہ ایک ایسے اسلامی مُلک میں، جہاں مُقدس اَوراق کی توہین کرنے کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کو قتل کردینے سے بھی گُریز نہیں کرتے، وہاں اِن کی ایسی بے حُرمتی کیوں کر ہورہی ہے؟

(۴) اسی طرح محترم نے مختلف سرکاری اداروں میں ہونے والی میٹنگز اور اُن کی تفصیلات سے بھی آگاہ کیا اور بتایا کہ ایسے سرکاری ادارے جو سمندر کو مختلف اقسام کی آلودگی سے محفوظ رکھنے کا کام کرتے ہیں، اُن میں سے ایک ادارہ "میرین پلوشن کنٹرول ڈیپارٹمنٹ، کراچی پورٹ ٹرسٹ" بھی ہے، اِس ادارے نے اُنہیں باقاعدہ خط لکھ کر گُزارش کی ہے کہ سمندر میں ڈالنے کے بجائے انہیں محفوظ کرنے کے دیگر دستیاب طریقوں سے استفادہ کیا جائے۔

دوسری وجہ: فی زمانہ انہیں سمندر یا دریا میں ڈالنے کی اجازت نہ دینے کی دوسری وجہ ہمارے مُلک کا قانون بھی ہے، حکومت نے آبی حیات کے تحفظ اور ماحولیاتی آلودگی سے بچنے کیلئے ہر قسم کا ٹھوس مواد (solid waste) سمندر اور دریا وغیرہ میں ڈالنے پر پابندی عائد کر رکھی ہے اور حکومتِ وقت کے وہ قوانین جو احکامِ شرعیہ سے نہ ٹکراتے ہوں اور مخلوقِ خدا کی فلاح و بہبود پر مبنی ہوں، اُن کی خلاف ورزی کسی بھی مُسلمان کیلئے جائز نہیں ایسے قوانین مُلک کے جائز انتظامی اُمور کا حصّہ ہیں اور شریعتِ مُطہرہ نے مُسلمانوں کو تاکید کے ساتھ ایسے قوانین کی پابندی کا حکم دیا ہے چنانچہ امامِ اہلِ سُنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: ''کسی ایسے امر کا ارتکاب جو قانوناً ناجائز ہے ہو، اور جرم کی حد تک پہنچے شرعاً بھی ناجائز ہو گا کہ ایسی بات کے لئے جرم قانونی کا مرتکب ہو کر اپنے آپ کو سزا اور ذلت کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی روا نہیں۔ **قال تعالی** ''**لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ**'' **وقد جاء الحديث عنه ﷺ** ''**نَهَى الْمُؤْمِنُ اَنْ يُذِلَّ نَفْسَهٗ**'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو، اور حدیث شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ آپ نے مومن کو اپنا نفس ذلت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے''۔(1)

اسی طرح مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: ''اسمگلنگ کرنا یا اسمگلنگ کا مال بیچنا اور خریدنا اس لیے ناجائز ہے کہ یہ ملک کے قانون کے خلاف ہے اور مسلمان کو خلافِ قانون کوئی کام کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ خلافِ

---

(1) فتاوی رضویہ، کتاب المزارعۃ، مسئلہ نمبر ۳۶، ۲۰/ ۱۹۲

قانون کام کرنے سے جب پکڑا جائے گا تو پہلے جھوٹ بولے گا، اگر جھوٹ سے کام نہ چلا تو رشوت دے گا اور رشوت سے بھی کام نہ چلا تو سزا ہوگی جس میں اس کی بے عزّتی ہے۔ مسلمان کوئی ایسا کام ہی نہ کرے جس سے جھوٹ بولنا یا رشوت دینا پڑے یا جس سے اُس کی بے عزّتی ہو"۔ (1)

قُرآنِ کریم اور اَوراقِ مُقدّسہ کو دفن کرنے کی بجائے قبرستان میں رکھ دینا:

بعض مقامات پر یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ ضعیف قُرآنِ کریم کے نسخوں کو قبرستانوں میں دفن کرنے کے بجائے قبروں کے اوپر رکھ کر چلے جاتے ہیں، اُن کا یہ فعل ہر گز دُرست نہیں، شریعت نے انہیں قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ قبروں کے اوپر رکھنے کا اور اگر کہیں رکھنا ہی مقصود ہو تو اُس صورت میں اِن کو کسی ایسے پاکیزہ اور محفوظ مقام پر رکھنے کا حکم ہے جہاں ان کی بے حرمتی کا اندیشہ نہ ہو، اور اِس حکمِ شرعی کو گزشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ انہیں بے ادبی اور بے حُرمتی سے محفوظ رکھا جائے جب کہ قبرستان میں قبر کے اوپر رکھ دینے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا بلکہ ان کی وہ بے حُرمتی دیکھنے میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ، قبرستانوں میں آوارہ کُتّے، بلّیاں اور دیگر کئی قسم کے جانوروں کی بُہتات ہوتی ہے اور وہ جانور نہ صرف اِنہیں اپنے پاؤں تلے روندتے ہیں بلکہ اِن پر نجاست وغیرہ بھی کر دیتے ہیں، یہی نہیں بلکہ بعض اوقات یہ اَوراق، قبرستان میں اپنے پیاروں کی قبروں کی زیارت کیلئے آنے والوں کے پاؤں کے نیچے بھی آرہے ہوتے ہیں اور اُنہیں اِس بات کا علم بھی نہیں ہوتا، نیز بارش کے دنوں میں یہ اَوراق بارش کے پانی کے ساتھ بہتے ہوئے سڑکوں پر آجاتے ہیں

---

(1) وقار الفتاویٰ، حرام، اسمگلنگ، مسئلہ نمبر ۱۵۳، ۱/۲۵۲

اور پھر اِن کی جو بے حُرمتی ہوتی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، بارش کے پانی کے ساتھ یہ اَوراق گاڑیوں کے نیچے بھی آ رہے ہوتے ہیں اور لوگوں کے قدموں کے نیچے بھی بلکہ اسی پانی میں بہتے ہوئے گٹر لائنوں میں چلے جاتے ہیں، مختصر یہ کہ انہیں قبرستانوں میں قبر کے اوپر رکھنا اَوراقِ مُقدّسہ کی تعظیم اور اُن کی حفاظت کا کام نہیں ہے بلکہ بے حُرمتی کیلئے پیش کرنا ہے، لہٰذا ہماری یہ ذمّہ داری ہے کہ عوام کو اِس کام سے روکیں اور عوام النّاس کو اِس کام سے روکنے کیلئے اور اُن میں شعور و آگہی پیدا کرنے کیلئے منبر و محراب سے آواز بلند کریں اور وقتاً فوقتاً اپنے بیانات میں انہیں سمندر میں ڈالنے، قبرستانوں میں رکھنے اور جلانے کی ممانعت کے حوالے سے احکامِ شرعیہ کو ذکر کریں اور سمندر میں ڈالنے اور قبرستانوں میں رکھنے کی صورت میں جو بے حُرمتی ہوتی ہے، اُسے بھی بیان کریں تاکہ عوام میں احساسِ ذمّہ داری پیدا ہو اور وہ خود بھی اِس کام سے باز رہیں اور دوسروں کو بھی اِس کام سے روکنے کی کوشش کریں۔

اَوراقِ مُقدّسہ کو محفوظ کرنے کے دیگر ممکنہ طریقوں پر گفتگو:

اَوراقِ مُقدّسہ کے تحفظ کے سلسلے میں ہمارے دارالافتاء النُّور میں علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کی مُسلسل کئی نشستیں ہوئیں اور اُن نشستوں میں اِنہیں محفوظ کرنے کیلئے دیگر ممکنہ طریقوں پر مختلف جہتوں سے گفتگو ہوتی رہی، جو درج ذیل ہیں۔

(۱) اس دوران ایک یہ تجویز زیرِ بحث آئی کہ چونکہ انہیں سمندر میں ڈالنے پر اس وجہ سے پابندی ہے کہ یہ پانی میں حل نہیں ہوتے اور سمندری مخلوق کیلئے خطرہ بنتے ہیں، نیز ان کی بے حُرمتی کا خطرہ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے تو کیوں نہ ان کو ایک ایسی مشین میں ڈال کر گُودہ بنالیا جائے، جس میں نہ کوئی بلیڈ ہو اور نہ ہی کوئی کٹر وغیرہ جیسا آلہ ہو جو کاغذ کو کاٹنے کا کام کرتا ہو، تاکہ یہ بے حُرمتی سے بھی محفوظ رہیں اور پھر اس گُودے کو سمندر بُرد کر دیا جائے

تاکہ پانی میں حل نہ ہونے کا مسئلہ بھی حل ہو جائے اور اِن کی بے حُرمتی کا اندیشہ بھی نہ رہے، تو دورانِ مُباحثہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر گُودہ بنا کر سمندر میں ڈالا جائے تو بھی حکومت نے سمندر میں ڈالی جانے والی ایسی اشیاء جو مائع صورت /liquid form میں ہوں اُن کیلئے کچھ معیار مُقرّر کر رکھے ہیں اور یہ گُودہ کسی بھی طرح اُس معیار پر پورا نہیں اُترتا لہٰذا ہم اس گُودے کو بھی حکومتی پابندی کی وجہ سے سمندر بُرد نہیں کرسکتے ،وہ قانون "NATIONAL ENVIRONMENTAL QUALITY STANDARDS" یعنی "قومی ماحولیاتی معیار" کہلاتا ہے، اور اس قانون کی روشنی میں ماحولیاتی آلودگی سے بچنے ، سمندری مخلوق کو نقصان سے بچانے اور انسانوں کی حفاظت کے لئے سمندر میں ڈالے جانے والے پانی کو بتائے گئے خاص معیار پر پورا اُترنا ضروری ہے خصوصاً قانون نمبر 5 کے تحت۔ قانون نمبر 5 ہمیں اس بات کا پابند کرتا ہے کہ سمندر میں ڈالے جانے والے پانی میں کل معلّق ذرات (Total Suspended Solid) کی انتہائی مقدار، ایک لیٹر پانی میں 200 ملی گرام تک ہو- یہ نہایت قلیل مقدار کی اجازت ہے اور کاغذ کا گُودہ اس معیار پر پورا نہیں اترتا، لہٰذا یہ گُودہ براہ راست سمندر یا دریا برد نہیں کیا جاسکتا اور ایسا کرنا غیر قانونی عمل اور تادیبی کاروائی کا مُوجب ہو گا۔

(۲) مزید ایک تجویز یہ بھی زیرِ بحث آئی کہ اگر گُودے کو سمندر بُرد کرنے پر پابندی ہے تو کیوں نہ اس گُودے کو خشک کرنے کے بعد جلا دیا جائے تاکہ مُستقبل میں بھی اِس کی کسی بھی قسم کی بے حُرمتی کا اندیشہ نہ رہے، لیکن شُرکاءِ مجلس نے یہ بھی بتایا کہ اگر یہ اَوراق قلیل مقدار میں ہوں تب تو اس تجویز پر عمل کیا جاسکتا ہے لیکن یہ پورے مُلک میں روزانہ سینکڑوں ٹن یعنی کئی لاکھ کلو گرام کی مقدار میں جمع ہوتے ہیں اور اتنی کثیر مقدار میں اگر ان کا گُودہ بنا کر جلایا جائے تو بھی ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ درپیش ہو گا، کیونکہ گودے کو جلانے سے بے تحاشہ دھواں پیدا ہو گا اور یہ دھواں ، فضاء میں جا کر ماحولیاتی آلودگی کا

سبب بنے گا، اور اس صورت میں بھی حکومتی قوانین کی خلاف ورزی لازم آئے گی، لہٰذا اس تجویز کو بھی عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔

(۳) اسی دوران یہ تجویز بھی پیش کی گئی کہ چونکہ کاغذ قُدرتی اجزاء یعنی درخت اور کپاس وغیرہ سے ہی تیار کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ایک طویل عرصے کے بعد یہ بوسیدہ ہونا شروع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات تو اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ اگر اُس کو ہاتھ بھی لگایا جائے تو وہ پاؤڈر یا مٹّی کی طرح بکھر جاتا ہے تو کیوں نہ کوئی ایسا کیمیکل دریافت کیا جائے جو اِن مُقدّس اَوراق پر ڈالا جائے تو وہ کیمیکل اس بوسیدگی کے عمل کو انتہائی تیزی سے سرانجام دے اور یہ عمل چند دنوں یا چند گھنٹوں کی قلیل مُدّت میں مکمّل ہو جائے اور پھر ان کا جو پاؤڈر ہو گا وہ وزن اور حجم کے اعتبار سے بہت ہی کم مقدار میں ہو گا اور اُسے کسی مُناسب جگہ پر محفوظ کرنا نسبتاً آسان ہو گا، لیکن انتہائی کوشش کے باوجود ایسا کوئی کیمیکل دریافت نہ ہو سکنے کی وجہ سے اس تجویز پر بھی عمل نہیں کیا جا سکا۔

مُقدّس اَوراق کی سیاہی کو مٹا کر انہیں استعمال کرنے کا حکم:

فُقہائے کرام نے انہیں بے ادبی سے محفوظ رکھنے کا ایک طریقہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اگر ان کی سیاہی کو مٹانا ممکن ہو تو پاک پانی یا کیمیکل سے ان کی سیاہی کو مٹا دیا جائے اور پھر اُس سیاہی ملے پانی یا کیمیکل کو کثیر بہتے پانی، مثلاً سمندر یا دریا وغیرہ میں بہا دیا جائے تاکہ اُس سیاہی کی بے ادبی ہونے کا اِمکان بھی نہ رہے، اور پھر انہیں دوبارہ استعمال میں لے لیا جائے، لیکن پھر بھی ان کے مُطلق استعمال کی اجازت نہیں ہو گی کہ ان کو کسی بھی جائز و ناجائز کام میں استعمال کیا جائے بلکہ ادب کا تقاضا یہی ہو گا کہ انہیں دوبارہ قُرآن و حدیث اور دیگر عباراتِ مُقدّسہ تحریر کرنے کیلئے ہی استعمال کیا جائے اور اگر لکھنے کے قابل نہ ہوں تو انہیں قُرآن و حدیث اور دیگر کُتبِ مُقدّسہ ہی کی جلد بندی وغیرہ کیلئے استعمال کیا جائے۔

چنانچہ ان کی سیاہی کو مٹا کر اُن سے دوبارہ کاغذ بنانے کے بارے میں امام فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ، امام عمر بن محمد بن عوض سنامی حنفی متوفی ۷۲۵ھ، امام فرید الدین عالم بن علاء ہندی حنفی متوفی ۷۸٦ھ اور امام یعقوب بن سید علی بروسوی حنفی متوفی ۹۳۱ھ لکھتے ہیں: **"کتبٌ فیھا اسمُ اللہ تعالیٰ أو مُصحفٌ یُستغنٰی عنھا....ولَو غَسلَ فی الجارِی وأخذَ القَراطیسَ فھُو أفضلُ (وَاللّفظُ لِلسّمَرقَندِی)"** (1)

یعنی، "وہ کتابیں جن میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہو یا قرآن پاک ہو اور وہ قابلِ انتفاع نہ رہے....تو اگر اُنہیں بہتے پانی میں دھو کر اُن سے دوبارہ کاغذ بنالیا گیا تو یہ افضل ہے"۔

اسی طرح امام شمس الدین ابو بکر محمد بن ابی سہل سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، امام برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابنِ مازہ حنفی متوفی ٦۱٦ھ، علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ سید محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: **"إذا انقطعَ أوراقُ المُصحفِ..... والغَسلُ بالماءِ أحسنُ الوُجوہِ فِیہ (وَاللّفظُ لِلسّرخسِی)"** (2)

---

(1) فتاوی النوازل، کتاب الکراھیة، مسائل متفرقة، ص ۳۰۱
نصاب الإحتساب، الباب الثانی: الإحتساب علی من یستخف بالحروف والکواغد ونحوھا، ص ۹۵
الفتاوی التاتارخانیة، کتاب السیر، الفصل الثانی والعشرون فی قسمة الغنائم، نوع آخر: فی بیان ما یکرہ قسمته، رقم ۲۸۰٦٦، ۱۸/ ٦۹
مفاتیح الجنان فی شرح شرعة الإسلام، فصل فی آداب کتابة المصحف، تحت قوله: وإذا بلی المصحف واندرس، ص ۱۰۳

(2) شرح السیر الکبیر للسرخسی، أبواب سھمان الخیل والرجالة، باب ما یحمل علیه الفیٔ، ۲/ ۳/ ۱۴۲

یعنی، "قرآنِ کریم کے صفحات جب الگ الگ ہو جائیں ۔۔۔ تو اُنہیں پانی سے دھو دینا، اُنہیں محفوظ کرنے کے طریقوں میں سے ایک بہترین طریقہ ہے"۔

اور امام زین الدین بن ابراہیم ابنِ نُجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: "**محا لوحاً يُكتب فِيه القرآنُ واستعملَه في أمر الدُّنيا يجُوزُ**"[1]

یعنی، "کسی تختی پر قرآن پاک لکھا ہوا ہو، تو اُس کو مٹانا اور اُس تختی کو کسی دُنیوی کام میں استعمال کرنا جائز ہے"۔

کیا اَوراقِ مُقدّسہ کی ری سائیکلنگ کرنا جائز ہے؟

فُقہائے کرام نے انہیں محفوظ رکھنے کے جو ابتدائی تین طریقے بیان کیے ہیں، یعنی (۱) زمین میں دفن کرنا، (۲) سمندر یا دریا وغیرہ میں ڈال دینا، اور (۳) کسی ایسے پاکیزہ مقام پر رکھ دینا جہاں وہ نجاست اور گندگی وغیرہ سے محفوظ رہیں، دورِ حاضر میں اِن تینوں طریقوں پر عمل کرنا انتہائی دُشوار ہو چکا ہے، کیونکہ پہلے اور تیسرے طریقے پر عمل کرنے کیلئے ایسی جگہ تلاش کرنا جو انسانوں اور جانوروں کی گُزر گاہ نہ ہو، پھر اُس جگہ کو خریدنا، اُس میں بڑی بڑی قبریں یا عمارات بنوانا، اور پھر ان اَوراق کی حُرمت و تعظیم برقرار رکھتے ہوئے اُس جگہ تک پہنچانا اور پھر اُن قبروں یا عمارتوں میں اِس طرح محفوظ کرنا کہ مُستقبل

المحيط البرهاني، كتاب الكراهية والإستحسان، الفصل الخامس في المسجد والقبلة إلخ، برقم ٩٤٧٨، ٨/ ١٠

الذخيرة البرهانية، كتاب الإستحسان، الفصل الرابع في المسجد والقبلة والمصحف إلخ، ٧/ ٢٣٧

الدّرّالمختار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة، فروع، ص ٣٠

ردّالمحتار على الدّرّالمختار، كتاب الحظروالإباحة، فصل في البيع، تحت قوله: ونحوه، ٩/ ٦٣٧

[1] البحرالرائق شرح كنزالدقائق، كتاب الطهارة، باب الحيض، تحت قوله: ومسه إلا بغلافه، ١/ ٣٥١

میں بھی ان کی حُرمت و تعظیم بر قرار رہ سکے، یہ تمام معاملات فی زمانہ ناممکن نہیں تو انتہائی مُشکل ضرور ہیں اور پھر دورِ حاضر میں پراپرٹی کی، آسمان کو چُھوتی ہوئی قیمتوں اور روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی کے پیشِ نظر، اِن تمام معاملات کیلئے جو کثیر رقم درکار ہو گی، اُس کا انتظام کرنا کوئی معمولی کام نہیں ہے البتہ اگر کسی ادارے کیلئے اِن طریقوں پر عمل کرنا مُمکن ہو تو وہ اِن طریقوں پر عمل کر سکتا ہے، رہی بات دوسرے طریقے یعنی سمندر بُرد کرنے کی تو فی زمانہ اس کے ناجائز ہونے کا تفصیلی بیان گُزشتہ صفحات میں گُزر چکا ہے، لہٰذا اب انہیں محفوظ رکھنے کا ایک ہی راستہ بچتا ہے اور وہ ہے چوتھا اور آخری طریقہ جو فُقہائے کرام نے بیان کیا ہے یعنی ان کی سیاہی کو مٹانے کے بعد انہیں دوبارہ کام میں لینا، جسے "مُقدّس اَوراق کی ری سائیکلنگ" کہا جاتا ہے، اِس طریقے کے فی نفسہٖ جائز ہونے میں تو کسی کو بھی کلام نہیں ہے، کیونکہ فُقہائے کرام کی ایک کثیر تعداد نے اپنی تصنیفات میں اس طریقے کے جائز ہونے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ہم "مُقدّس اوراق کی سیاہی کو مٹا کر انہیں استعمال کرنے کا حکم" کے عُنوان کے تحت بیان کر آئے ہیں، البتہ عام مُشاہدہ ہے کہ اِس طریقے پر عمل کرنے کے دوران طرح طرح کی انتہائی درجے کی بے ادبیاں اور گستاخیاں دیکھنے میں آتی ہیں اور اسی وجہ سے دورِ حاضر کے بہت سے عُلمائے کرام اس ری سائیکلنگ کے عدمِ جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، لیکن ہم اِن بے ادبیوں کے سبب اس طریقے کے مُطلقاً ناجائز ہونے کا فتویٰ دینے کے قائل نہیں، اور اس کی کئی وُجوہات ہیں: (ا) سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم اس طریقے کو ناجائز قرار دے دیں تو سب سے پہلے ہمیں اس کا گُزشتہ بیان کردہ طریقوں کے علاوہ، کوئی اور متبادل طریقہ بیان کرنا ہو گا، کیونکہ دیگر طریقوں پر عمل کرنے کی صورت میں درپیش مُشکلات کو ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں، اب اگر اِس طریقے کو بھی، اس میں موجود خرابیوں کی وجہ سے ناجائز قرار دے دیں تو کوئی دوسرا ایسا طریقہ بیان کرنا ناگُزیر ہو گا جس میں باقی تمام طریقوں میں پائی جانے والی مُشکلات اور خرابیاں موجود نہ ہوں، اور فی زمانہ ایسا کوئی طریقہ تادمِ تحریر ہمارے مُشاہدے میں نہیں آیا، لہٰذا اِس

طریقے کو ناجائز قرار دینے والوں سے ہماری گزارش فقط اتنی سی ہے کہ اگر کوئی متبادل طریقہ بیان نہ کر سکیں تو براہِ کرم، قرآنِ کریم اور دیگر لائق تعظیم تحریرات پر مُشتمل اَوراقِ مُقدّسہ کی حُرمت وعظمت کی خاطر، اِس طریقے کو "ناجائز" قرار دینے کے بجائے ، اس طریقے میں موجود خرابیوں کو دور کرنے کی تعلیم دینے پر زور دیا جائے، کیونکہ ایک مشہور مقولہ ہے: "نکاح کرنا سُنّت ہے، لیکن موجودہ دَور میں اس سُنّت پر عمل کرنے میں جو گناہوں کے انبار نظر آتے ہیں، جو بے پردگیاں، بے حیائیاں اور فحاشیاں دیکھنے سُننے میں آتی ہیں، تو اِن کی وجہ سے ہم نکاح کرنے کو ناجائز قرار نہیں دے سکتے، بلکہ اُن گناہوں سے بچنے کی تعلیم دے سکتے ہیں"۔ لہٰذا مذکورہ مسئلے میں بھی ہمیں اس طریقے کو ناجائز قرار دینے کے بجائے، اس میں موجود خرابیوں کو دُور کرنا ہوگا۔ اب اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ عوام ایسے فتاویٰ میں موجود جواز کا پہلو تو لے لیتے ہیں، لیکن شرائط و قیودات کا لحاظ نہیں رکھتے ، اسی لیے ہمیں مشروط ومُقیّد فتاویٰ جاری کرنے سے بھی گُریز کرنا چاہیے، تو اُس کی بارگاہ میں بھی عرض ہے کہ ہمارا فرض، حکم بیان کرنا، خوبیوں اور خرابیوں کی نشاندہی کرنا اور خوبیوں پر عمل کرنے اور خرابیوں سے بچنے کے راستوں کی طرف رہنُمائی کرنا ہے، اُن پر زبردستی عمل کروانا نہیں ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر ہم اِن بے ادبیوں اور گُستاخیوں کے سبب اس طریقے کو بھی ناجائز قرار دے دیں تو کوئی متبادل موجود نہ ہونے کی صورت میں اِن کی جو توہین اور تحقیر ہو سکتی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، لہٰذا ایک بڑی، یقینی اور صریح بے حُرمتی سے بچنے کیلئے کسی ایسے طریقے کی اجازت دینا جس میں ایسی بے حُرمتی نہیں پائی جاتی جیسی وہاں پائی جارہی تھی، شریعتِ مُطہرہ کے تقاضوں کے عین مُطابق ہے۔

خُلاصہ کلام:

حاصلِ کلام یہ ہے کہ قُرآنِ کریم ہو یا کوئی اور قابلِ تکریم دینی کتاب ہو یا ایسے مُقدّس اَوراق جن میں آیاتِ قرآنیہ تحریر ہوں یا احادیثِ نبویہ لکھی ہوئی ہوں یا پھر اسماءالحسنیٰ یعنی اللہ عزوجل کے صفاتی نام یا انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم السلام اور بزرگانِ دین علیہم الرضوان کے نام موجود ہوں یا فقہی عبارات درج ہوں، جب وہ ناقابلِ انتفاع ہو جائیں تو انہیں دفن کر دینا سب سے افضل ہے، بشرطیکہ باآسانی اس کیلئے وسائل بھی میسر ہوں، اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو انہیں کسی ایسے پاکیزہ اور محفوظ مقام پر رکھ دیا جائے کہ جہاں نہ تو اِن تک کسی بے وُضو شخص کا ہاتھ پُہنچ سکے اور نہ ہی کسی قسم کی گندگی یا گرد وغُبار وغیرہ کا اِن پر گرنے کا اِمکان ہو، اگر کوئی ایسا پاکیزہ اور محفوظ مقام بھی مُیسّر نہ ہو تو بھی **فی زمانہ** اُنہیں سمندر، دریا یا نہروں وغیرہ میں ڈالنے کی کسی صورت بھی اجازت نہیں دی جائے گی اور اِس مُمانعت کی وجہ مع دلائل، ہم گُزشتہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں، نیز یہ کہ انہیں جلانا بھی جائز نہیں ہو گا؛ کیونکہ فُقہائے کرام نے خُصوصاً قُرآنِ کریم کو تو جلانے سے سختی سے منع فرمایا ہے، اور دیگر مُقدّس اَوراق کو بھی مُقدّس تحریرات مٹائے بغیر جلانا جائز نہیں ہے، ہاں اگر کسی بھی جائز طریقے سے، ہر قسم کی بے ادبی اور بے حُرمتی سے بچتے ہوئے اِن کی سیاہی کو پاک پانی یا کیمیکل سے مٹانا ممکن ہو تو اُسے مٹا کر اُس سیاہی ملے پانی یا کیمیکل کو سمندر یا دریا وغیرہ میں بہا دیا جائے بشرطیکہ آبی حیات کیلئے نقصان دہ نہ ہو اور قانوناً اس کی اجازت بھی ہو ورنہ کسی پاک جگہ پر ڈال دیا جائے جہاں وہ خشک ہو جائے یا بخارات بن کر ہوا میں تحلیل ہو جائے، اور جب یہ پورا طریقہ کار بالکل ادب واحترام کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے تو پھر ان کے گودے کو ری سائیکلنگ کر کے دوبارہ کاغذ بنانا بھی جائز ہے، لیکن اس طریقے سے بنائے جانے والے کاغذ کو دوبارہ فقط قُرآنِ مجید اور دینی

کتابوں ہی کی طباعت اور جلد بندی میں استعمال کرنے کی اجازت ہوگی اور اس کے علاوہ کسی بھی دنیوی کام میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

دورانِ ری سائیکلنگ، بے ادبی سے بچنے کیلئے چند لازمی شرائط:

اب اِس آخری صورت میں جو انتہائی اہم معاملہ درپیش آئے گا وہ ری سائیکلنگ کے دوران، اِنہیں بے ادبی اور بے حُرمتی سے بچانا ہے، اور اِسی مقصد کے حُصول کی خاطر ہمارے "دارالاِفتاء النُّور" کے مفتیانِ کرام پر مشتمل پوری ایک ٹیم نے، شہر کراچی سے باہر جاکر، ایک ایسی پیپر مِل کا دورہ کیا جو سوائے اَوراقِ مُقدّسہ کے، ہر قسم کے پُرانے اور ناقابلِ انتفاع کاغذات کی ری سائیکلنگ کرکے نیا کاغذ بناتی ہے اور پھر اُس نئے کاغذ پر قُرآنِ کریم کی طباعت بھی ہوتی ہے اور دیگر دینی و دُنیوی کتابوں اور اخبارات وغیرہ کی پرنٹنگ میں بھی وہ کاغذ استعمال ہوتا ہے، ہم نے اُس پیپر مِل میں پُرانے کاغذات لائے جانے سے لے کر نیا کاغذ بن کر نکلنے تک کے تمام مراحل کا انتہائی باریک بینی سے جائزہ لیا اور یہ اندازہ لگایا کہ اگر اِن کاغذات کی جگہ "اَوراقِ مُقدّسہ" ہوں تو کِس کِس مرحلے میں ان کی بے ادبی اور بے حُرمتی مُمکن ہے، اور چونکہ ہمارا مسئلہ فقط "اَوراقِ مُقدّسہ" کی ری سائیکلنگ سے مُتعلق ہے، لہٰذا اِسی حوالے سے دورانِ ری سائیکلنگ، انہیں بے ادبی و بے حُرمتی سے محفوظ رکھنے کیلئے چند لازمی اور انتہائی ضروری احتیاطی تدابیر کو ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں، کہ اگر ان احتیاطی اُمور کی پاسداری کرتے ہوئے، اِن کی ری سائیکلنگ کی جائے تو اِن شاءاللہ عزوجل یہ دورانِ ری سائیکلنگ بھی بے ادبی و بے حُرمتی سے محفوظ رہیں گے اور ری سائیکلنگ کے بعد جو کاغذ حاصل ہوگا، اُس کی توہین و بے توقیری کا اندیشہ بھی نہیں رہے گا۔

(۱) بعض اوقات ان کے ساتھ بالکل نئے اور قابلِ انتفاع قُرآنِ کریم اور دیگر کُتبِ دینیہ بھی آجاتی ہیں، اُن صاف سُتھرے اور قابلِ انتفاع قُرآنِ مجید اور دیگر دینی کتابوں کو الگ کرنا لازم ہوگا اور اُن کی ری سائیکلنگ کی اجازت نہیں ہوگی۔

(۲) ناقابلِ انتفاع کتابوں اور اَوراق کی چھانٹی کر کے اُن کی درجہ بندی کی جائے اور اُن میں سے قُرآنِ کریم کو الگ کیا جائے، پھر اگلے مرحلے میں دینی کتابوں کو جُدا کیا جائے، اب آخر میں جو کُچھ بچے گا وہ صرف دُنیوی کتابوں اور اخبارات پر ہی مُشتمل ہو گا۔

(۳) دُنیوی کتابوں اور اخبارات کی ری سائیکلنگ بالکُل الگ سے کی جائے، کیونکہ بسا اوقات اُن میں ایسا مواد موجود ہوتا ہے جس کو قُرآنِ کریم اور دیگر کُتبِ حدیث وفقہ کے ساتھ ملا کر ری سائیکلنگ کرنا بذاتِ خود انتہا درجے کی بے ادبی ہو گی، نیز یہ کہ اُن کی ری سائیکلنگ کے دوران اُس احتیاط اور ادب و احترام کی حاجت نہیں ہو گی جس کا اَوراقِ مُقدّسہ کی ری سائیکلنگ میں لحاظ کرنا لازم ہو گا۔

(۴) اِسی طرح ضعیف مصاحف کی ری سائیکلنگ بھی بالکُل جُداگانہ طور پر کی جائے، کہ اُن کی ری سائیکلنگ کے دوران انتہائی درجے کی احتیاط کرنا ہو گی، اِس مرحلے میں ہر کارکُن کا مُسلمان ہونا لازمی ہو گا اور باوُضو ہونا بھی ضروری ہو گا اور خاص قُرآنِ کریم کے حوالے سے جو ادب واحترام شریعتِ مُطہرہ نے مُقرر کیا ہے اُس کی پاسداری بھی لازم ہو گی، نیز یہ کہ اُن سے جو کاغذ حاصل ہو گا، اُسے صرف قُرآنِ کریم ہی کی طباعت وجلد بندی میں استعمال کیا جائے گا اور دیگر دینی کُتب کی ری سائیکلنگ سے حاصل ہونے والا کاغذ بھی دینی کُتب ہی کی طباعت میں استعمال کیا جائے گا۔

(۵) اِنہیں جمع کرنے سے لے کر ری سائیکلنگ پلانٹ میں پہنچانے تک کسی قسم کی بے ادبی کا شائبہ بھی نہ رہے، اس سلسلے میں تمام کارکنان کی ذہن سازی ضروری ہے جس کیلئے تربیتی نشستوں کا اہتمام مفید رہے گا۔

(۶) انہیں گودہ بنانے کیلئے جس مشین (pulper) میں ڈالا جاتا ہے، اُس میں کسی بھی قسم کا بلیڈ یا کٹر نہ لگا ہوا ہو، بلکہ فقط بغیر دھار والی کوئی ایسی چیز ہو جو کاٹنے کے بجائے صرف گھمانے کا کام سرانجام دے، تاکہ کاٹنے کا عمل نہ پایا جائے؛ کیونکہ ہمارے عُرف میں انہیں کسی بھی تیز دھار آلے سے کاٹنا بے ادبی ہی سمجھا جاتا ہے، لہٰذا اس سے بھی بچنا لازم

ہو گا، اگر یہاں کوئی یہ اعتراض کرتا ہے کہ اِنہیں اِس طرح مشین میں گھمانا بھی تو بے ادبی میں شُمار ہوتا ہے، تو آپ اس کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں؟ تو جواب دیا جائے گا کہ اوّل تو فقط مشین میں ڈال کر گھمانا بے ادبی میں شُمار نہیں ہوتا، اور اگر بر سبیلِ تسلیم اِس کو بے ادبی مان بھی لیا جائے تو بھی اِس کی اجازت نہ دینے کی صورت میں اِن کی جو بے ادبی اور بے حُرمتی ہونے کا خدشہ ہے، اُس سے بچنے کیلئے بھی فقط مشین میں گھمانے کی اجازت دینا عین تقاضائے شریعت کے مُطابق ہے، نیز یہ کہ ان کاغذات سے سیاہی کو جُدا کرنے کیلئے کیمیکل کے ساتھ ساتھ میکینیکل عمل بھی انتہائی ضروری ہے اور وہ میکینیکل عمل، اِن کاغذات کو تیزی سے گھمانا ہے اور انہیں گھمائے بغیر ان کاغذات سے سیاہی الگ کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

(۷) اِس گودہ بنانے والی مشین میں سیاہی مٹانے کیلئے جو کیمیکل ڈالا جائے، اُس کا نجس اجزاء سے پاک ہونا ضروری ہے؛ کیونکہ نجس اور ناپاک اجزاء پر مشتمل کیمیکل سے اِن مُقدّس تحریرات کو دھونا یا مٹانا بھی ناجائز ہے۔

(۸) اگلے مرحلے میں جب اِس کاغذ کے گُودے سے کیمیکل ملے پانی کو جُدا کیا جائے گا تو اس پانی میں اُن مُقدّس تحریرات کی سیاہی بھی شامل ہو چکی ہو گی، اب اس پانی کا احترام کرنا بھی واجب ہے کیونکہ یہ آیاتِ قرآنیہ اور دیگر مُقدّس تحریرات کا دھوون ہے، لہٰذا اِس پانی کو گٹر / سیوریج لائنوں میں بہانے کی اجازت نہیں ہو گی بلکہ یا تو اس پانی کو صفائی کے مراحل سے گزار کر دوبارہ استعمال میں لے لیا جائے ورنہ سمندر یا دریا وغیرہ میں بہا دیا جائے یا پھر کسی ایسی پاکیزہ جگہ پر ڈال دیا جائے جہاں وہ پانی یا کیمیکل خُشک ہو جائے یا بُخارات بن کر ہوا میں تحلیل ہو جائے، اور یہ ایسا مرحلہ ہے جہاں انتہائی درجے کی احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اس مرحلے کے مُشاہدے کے دوران عُموماً بہت زیادہ بے احتیاطی دیکھنے میں آتی ہے اور بہت سی پیپر ملز میں اس پانی کو مکمل طور پر یا اس کے کچھ حصّے کو گٹر لائنوں میں ڈال دیا جاتا ہے، العیاذ باللہ۔

(۹)اِس سلسلے میں ایک انتہائی اہم اور قابلِ توجہ تجویز پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اِن کی ری سائیکلنگ کا سرکاری سطح پر لائسنس ہونا چاہیے اور ہر کسی کو اس کام کی اجازت نہیں ہونی چاہیے بلکہ جو اِس کام کا ارادہ رکھتا ہو وہ پہلے ایسی پیپر مل تعمیر کرے جہاں مذکورہ تمام تر احتیاطی تدابیر کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے، پھر وہ لائسنس کے اجراء کیلئے درخواست دے، اُس کے بعد عُلماء پر مشتمل ایک ٹیم اُس پیپر مِل کا دورہ کرے اور اِن تمام احتیاطی تدابیر کا جائزہ لے اور اگر وہ ٹیم مطمئن ہو جائے تب کہیں جا کر لائسنس جاری کیا جائے اور یہی نہیں بلکہ بعد میں بھی وقتاً فوقتاً عُلماءِ کرام ایسی پیپر ملز کا اچانک دورہ کرتے رہیں اور اگر کہیں کوئی بے احتیاطی ہوتی پائیں تو اس کا معقول سدِّباب کریں، اور ایسی پیپر ملز کے دروازے علمائے کرام کیلئے ہر وقت کُھلے ہونے چاہئیں کہ وہ کسی بھی وقت بغیر بتائے دورہ کر سکیں اور اُس دورے کیلئے کسی کی اجازت درکار نہ ہو۔

(۱۰)اسی ضمن میں یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو یہ لائسنس صرف اُن افراد کو جاری کیے جائیں جو یہ کام فقط اوراقِ مُقدّسہ کے تحفظ کی نیت سے کرنا چاہتے ہوں اور اُن کے پیشِ نظر کوئی تجارتی اور دُنیوی اغراض و مقاصد نہ ہوں جیسا کہ وہ ادارے جو فی سبیل اللہ انہیں جمع کرنے کا کام سر انجام دیتے ہیں اور اُن کا مقصد فقط اِنہیں بے حُرمتی سے بچانا ہوتا ہے، لہٰذا اگر صرف ایسے اداروں کو ہی اِس کام کیلئے لائسنس جاری کیے جائیں تو اُمید ہے کہ یہ ادارے دورانِ ری سائیکلنگ، انہیں بے حُرمتی سے بچانے کیلئے ہر ممکن کوشش کریں گے اور کسی بھی تجارتی اور دُنیوی مُنافع سے قطع نظر صرف اور صرف دینی اور اُخروی منفعت اُن کے پیشِ نظر ہو گی۔

(۱۱)لیکن یہ بات بھی خصوصی طور پر مدِ نظر رہے کہ مذکورہ بالا شرائط اور احتیاطی تدابیر جس جگہ میسر ہی نہ ہوں یا پھر ان پر عمل نہ ہونے کا اندیشہ ہو وہاں ان کی ری سائیکلنگ کی اجازت نہیں۔

ری سائیکلنگ کے جواز کے فتوے پر تبصرہ:

سائل نے سوال نامے کے ساتھ ایک فتویٰ بھی مُنسلک کیا ہے جس میں کُچھ شرائط و قیودات کے ساتھ مُقدّس اَوراق کی ری سائیکلنگ کے جواز کا حکم دیا گیا ہے۔ دیانت کا تقاضا یہی ہے کہ اُس فتوے پر تبصرے سے قبل اُس کی عبارت بھی یہاں نقل کردی جائے تاکہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو، لہٰذا یہاں فتوے میں موجود دلائل سے صرفِ نظر کرتے ہوئے فقط سُوال اور جواب تحریر کیا جارہا ہے۔

سُوال: آج کل قرآن مجید کے ناقابلِ استعمال بوسیدہ اَوراق انتہائی پرانے نسخوں اور مختلف اخبارات، رسائل، جرائد اور کتب میں درج قرآنی آیات کی حرمت کو قائم رکھنا ایک گھمبیر مسئلہ بن چکا ہے، جبکہ یہ ہماری دینی ضرورت ہے اور عقیدت کا مسئلہ بھی ہے۔ اگر کیمیائی طریقے سے ان بوسیدہ اَوراق اور نسخوں سے تحریر کو مٹایا جاسکتا ہو تو کیا ری سائیکلنگ کرکے اس کا گودا دوبارہ کاغذ سازی یا گتہ سازی میں استعمال کیا جاسکتا ہے؟ اس کیمیائی عمل سے آیات کی تحریر کی مطبوعہ روشنائی، کاغذ سے جدا اور تحلیل ہو کر مائع کی شکل اختیار کرلے گی، تو اگر وہ سیال مادّہ جو ایک زہریلا کیمیکل ہوگا، کیا فیکٹری کے سیوریج کے پانی میں مل جائے تو شرعاً کوئی حرج تو نہیں ہے؟ یا اس کیلئے کوئی انتظام لازمی ہے؟

جواب: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اس کی تکریم ہر مومن پر لازم ہے، بلکہ اس کے ایک ایک حرف کی تعظیم لازمی ہے اور کسی بھی قسم کی دانستہ بے حرمتی ایمان سے محروم ہونے کا سبب ہے۔ بلکہ مُصحف کے علاوہ بھی کہیں اور کسی بھی چیز پر قرآنی آیات تحریر ہوں تو اس کا بھی ادب اور تعظیم لازمی ہے اور بے وُضو ان کو ہاتھ لگانا، ناجائز ہے۔ اسی لیے ہمارے فُقہاء نے تعظیماً بوسیدہ اور ناقابلِ انتفاع اَوراقِ مُصحف کو جلانے اور ایسی جگہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ جہاں گندگی اور غبار وغیرہ کا خدشہ ہو۔ البتہ انہوں نے ان بوسیدہ اَوراق کو زمین میں دفن کرنے یا بہتے ہوئے پانی یا سمندر میں ڈال دینے یا پانی سے

ان کی روشنائی اور تحریر مٹانے کے بعد بقیہ اَوراق کو جلادینے کی صورتوں کو جائز قرار دیا ہے۔ زمین میں دفن کرنے کی صورت میں لحد بنائی جائے یا گڑھے میں ڈال کر اس کے اوپر چھت ڈال دی جائے، انبیائے کرام علیہم السلام جیسی مقدس ہستیاں بھی زمین میں دفن ہیں۔

نیز ہمارے فقہاء نے جاری پانی میں ڈالنے کا حکم غالباً اسی لیے دیا ہے کہ اس کی تحریر مٹ جائے باقی اَوراق اگر کہیں گر جائیں تو بے ادبی نہ ہو، اس لیے کہ تحریر مٹنے سے اس میں تغیر آگیا اور تغیر آنے سے "شے" کا حکم بدل جاتا ہے اور یہی مفتٰی بہ قول ہے۔

آج کل کے مطبوعہ حروف و نقوش کو عام پانی سے مٹانا ممکن نہیں، لہٰذا سوال میں جو صورت بیان کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ کیمیکل کے ذریعے مطبوعہ حروف کو مٹادیا جائے اور اس کیمیکل سیال مادے کو بہادیا جائے، اس طرح جو کچھ باقی بچے گا، وہ کاغذ نہیں رہے گا بلکہ گودے کی شکل میں ہوگا، اور اس کی ماہیت بدل جائے گی، اس کے بارے میں ہمارا مؤقف یہ ہے کہ ماہیت کے بدل جانے کے بعد چیز کا حکم بھی بدل جاتا ہے، لہٰذا اب وہ اَوراقِ قرآن نہیں ہیں، اور اگر ان کی تشکیلِ نَو یعنی ری سائیکلنگ ہو سکتی ہو تو اس کا متبادل استعمال بھی جائز ہے بشرطیکہ اس بات کی محتاط نگرانی کی جاسکتی ہو کہ قرآنی اَوراق کی تحریر مکمل طور پر محو ہو چکی ہے۔

قرآن مجید کے بوسیدہ اَوراق کے حوالے سے ان کے حروف کی روشنائی محو ہونے کے بعد گُودے کے استعمال کے جواز کا فتویٰ ضرورت کی بناء پر حُرمتِ قرآن کو برقرار رکھنے کیلئے دیا گیا ہے، کیونکہ حُرمتِ قرآن کو قائم رکھتے ہوئے ان کا محفوظ رکھنا یا تلف کرنا ایک مسئلہ بن گیا ہے، اب یہ مقدّس اَوراق ٹنوں کی مقدار میں ہوتے ہیں۔

اب آپ کے سوالات کے براہِ راست جوابات تحریر کرتے ہیں:

(۱) اگرچہ کیمیکل کے ذریعے مقدس اَوراق کی تحریر مٹانے کا عمل آج کل جدید مشینوں سے ہوتا ہے، مگر اس عمل میں شریک کارکنوں کیلئے باوضو رہنا ضروری ہے، کیونکہ انہیں تمام بوسیدہ نسخے اور اَوراق اٹھا کر مشین میں ڈالنے ہوں گے، اسی طرح قرآن مجید کی

طباعت سے لے کر جلد بندی اور نقل وحمل تک کے تمام مراحل میں شریک کارکنان کو بھی باوضو رہنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(۲) اس سیال مادے کو، اگرچہ وہ زہریلا کیمیکل ہو، فیکٹری کے سیوریج میں ملانے سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ اس زہریلے کیمیکل سے قرآن مجید کے کلماتِ مبارکہ اور اسمائے مقدسہ کو مٹایا گیا ہے اور یہ کلماتِ قرآن کا دھوون ہے، لہٰذا اس کا ادب واحترام واجب ہے، لہٰذا اس کیمیکل کو کسی محفوظ گڑھے میں ڈالنے کا انتظام ہونا چاہیے یا اگر اسے حرارت دے کر گیس کی شکل میں تبدیل کیا جاسکتا ہو تو ایسا کرلیا جائے، بشرطیکہ یہ گیس انسانی اور حیوانی حیات کیلئے نقصان دہ نہ ہو۔

(۳) جس کیمیکل سے آیاتِ قرآنی اور اسمائے مقدسہ کو محو کیا جائے گا، اس کا نجس اشیاء سے پاک ہونا بھی ضروری ہے، کیونکہ نجس اشیاء سے قرآنی آیات کو دھونا، ناجائز اور بے ادبی ہے۔

(۴) قرآن مجید کے بوسیدہ اَوراق یا قرآن مجید کی پرنٹنگ پریس کے ایسے اَوراق جو ناقص طباعت کی وجہ سے ضائع کرنے پڑتے ہیں، جب کیمیکل سے ان کی تحریر کو مٹادیا جائے تو وہ گُودا بن جائے گا، اور اب اس کی ماہیت تبدیل ہوجائے گی، اور تبدیلیٔ ماہیت سے حکم بدل جاتا ہے، لہٰذا اب وہ قرآن کے حکم میں نہیں ہے، اور اس گُودے کو دوبارہ کاغذ سازی یا گتہ سازی میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی أعلم بالصواب۔

﴿یہاں تک منسلکہ فتوے کی عبارت مکمل ہوئی﴾

حضرت نے اپنے فتوے میں دو حکم بیان کیے ہیں۔ (۱) اگر مکمل ادب واحترام کے ساتھ، کسی پاکیزہ کیمیکل کے ذریعے ان کی مطبوعہ تحریر کو مٹانا ممکن ہو تو تحریر کو مکمل طور پر مٹانے کے بعد، ان کی ری سائیکلنگ کرنا جائز ہے اور تحریر مٹانے کے بعد جو کیمیکل بچے گا اُس میں ان کی تحریر کی سیاہی بھی شامل ہوگی، لہٰذا اُس کیمیکل کو بھی مکمل ادب واحترام کے ساتھ یا تو جاری پانی میں بہادیا جائے یا پھر کسی محفوظ گڑھے میں ڈال دیا جائے یا

پھر حرارت دے کر گیس کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے۔ (۲) تحریر مٹانے کے بعد جو کچھ بچے گا، وہ کاغذ نہیں رہے گا بلکہ گُودے کی شکل میں ہو گا، اور اس کی ماہیت بدل جائے گی، اور ماہیت کے بدل جانے کے بعد چیز کا حکم بھی بدل جاتا ہے، لہٰذا اب وہ اَوراقِ قرآن نہیں ہیں، اور اگر ان کی تشکیلِ نَو یعنی ری سائیکلنگ ہو سکتی ہو تو اس کا متبادل استعمال بھی جائز ہے۔

پہلا حکم تو بالکل وہی ہے جو ہمارا موَقف ہے جس کو ہم گزشتہ عبارات میں بیان کر آئے ہیں کہ اگر کسی طرح اِن کی سیاہی کو پاک پانی یا کیمیکل سے مٹانا مُمکن ہو تو اُس سیاہی کو مٹا کر اس سیاہی ملے پانی یا کیمیکل کو سمندر یا دریا وغیرہ میں بہا دیا جائے بشرطیکہ آبی حیات کیلئے نقصان دہ نہ ہو اور قانوناً اس کی اجازت بھی ہو ورنہ کسی پاک جگہ پر ڈال دیا جائے جہاں وہ پانی یا کیمیکل خشک ہو جائے یا بُخارات بن کر ہوا میں تحلیل ہو جائے، اور جب یہ پورا طریقہ کار بالکل ادب و احترام کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے تو پھر ان اَوراق کے گُودے کو ری سائیکلنگ کر کے دوبارہ کاغذ بنانا بھی جائز ہے؛ البتہ دوسرا حکم جو قبلہ مفتی صاحب نے بیان کیا ہے کہ "قلبِ ماہیت" کی وجہ سے حکم بدل گیا اور اب ان اَوراق کے گُودے کا متبادل استعمال بھی جائز ہے اور اس کو دوبارہ کاغذ سازی یا گتہ سازی میں استعمال کیا جا سکتا ہے، اس سے ہم اتفاق نہیں کریں گے، وہ اس لیے کہ تحریر مٹنے کے بعد جو گُودہ بچے گا، اگرچہ وہ قرآنی اَوراق نہیں ہیں لیکن چونکہ اُن پر قرآنی آیات تحریر کی گئیں تھیں، اس وجہ سے گُودہ بننے کے بعد بھی اُن کا ادب و احترام باقی رہے گا اگرچہ گُودہ بننے سے پہلے کی طرح ادب باقی نہ رہا مگر پھر بھی اُن کے مُطلق استعمال کی اجازت نہیں دی جائے گی بلکہ اُنہیں فقط قرآن کریم اور دینی کتابوں ہی کی طباعت یا جلد بندی میں استعمال کیے جانے کی اجازت ہو گی، کیونکہ اگر ہم اُن کے مُطلق استعمال کی اجازت دے دیں گے تو کئی خرابیاں لازم آسکتی ہیں، ایک تو یہ کہ لوگ اُن سے ایسی اشیاء بھی بنانے لگ جائیں گے جن کا استعمال ناپاکی کے مقام پر کیا جاتا ہے، مثلاً ٹوائلٹ ٹشو پیپر وغیرہ اور بالفرض اگر اس قسم کی اشیاء

کے بنانے کی اجازت نہ بھی دی جائے اور فقط پاکیزہ مقامات پر استعمال ہونے والی اشیاء کے بنانے کی اجازت بھی دی جائے تو بھی دو طرح کی اشیاء کے بنانے میں اُن کا استعمال ممکن ہو گا، ایک تو وہ اشیاء جن کا عموماً ادب کیا جاتا ہے مثلاً اخبارات اور دنیوی کُتب ورسائل، اور دوسری وہ اشیاء جن کا عُموماً ادب نہیں کیا جاتا مثلاً جوتوں اور کپڑوں وغیرہ کے ڈبے، اب اِن دوسری قسم کی اشیاء کے بنانے میں تو پھر وہی خرابی لازم آئے گی کہ جن اَوراق کا ادب واحترام شریعتِ مُطہرہ نے ہم پر لازم کیا ہے، ہم اُن کی بے ادبی کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں، اور اگر فقط پہلی قسم کی اشیاء بنانے کی بھی اجازت دے دی جائے کہ جن کا عُموماً ادب و احترام کیا جاتا ہے مثلاً اخبارات اور دنیوی کُتب ورسائل، تو بھی اُن کا ادب واحترام مُستقل بنیادوں پر نہیں کیا جاتا، بالخُصوص جب وہ بوسیدہ اور ضعیف ہو جاتے ہیں تب تو اُن کا وہ بُرا حال ہوتا ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، کچرے کے ڈھیر اور غلاظت کی جگہوں پر ایسے اخبارات ورسائل جابجا نظر آنا معمول کی بات ہے، چنانچہ اس صورت میں بھی ان کی بے حُرمتی کا سنگین خطرہ ہے، لہٰذا انہیں بے حُرمتی سے بچانے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ری سائیکلنگ کے بعد بھی ان کو فقط قُرآن کریم اور دینی کتابوں ہی کی طباعت اور جلد بندی میں استعمال کیا جائے، فُقہائے کرام نے اپنی عبارات میں صراحتاً اس بات کو ذکر کیا ہے کہ ضعیف مُقدس اَوراق کو دوبارہ صرف قرآن کریم یا دینی کُتب ہی کی طباعت یا جلد بندی میں استعمال کیا جاسکتا ہے، مزید یہ کہ یہ تو وہ کاغذ ہے جس پر قرآن کریم کی آیاتِ مُبارکہ تحریر تھیں جس کی وجہ سے اس کا ادب واحترام ہم پر لازم ہو گا، فقہائے کرام نے تو اس حد تک ادب واحترام کا حکم دیا ہے کہ جس قلم سے مُقدس عبارات لکھی جاتی ہیں، اُس کے تراشے کو بھی اس کی تعظیم اور ادب واحترام کی وجہ سے احتیاط کی جگہ پر رکھا جائے، پھینکا نہ جائے، بلکہ یہ تو اُس قلم کی تعظیم ہے، فُقہائے کرام نے تو مسجد کے گھاس کُوڑے وغیرہ کو بھی موضع احتیاط میں رکھنے کا حکم دیا ہے تو ایک عام انسان خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ ان مُقدّس اَوراق سے بننے والے کاغذ کی تعظیم کا کیا حکم ہونا چاہیے؟ چنانچہ انہیں دوبارہ استعمال

کرنے کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ١١٦١ھ اور جماعتِ علمائے ہند لکھتے ہیں:"سُئل أبُو حامدٍ عن الكواغدِ مِن الأخبارِ ومِن التَعليقاتِ يَستعملُها الوَرّاقونَ في الغلافِ فقالَ: إن كانَ في المُصحفِ أو في كُتب الفقهِ أو في التَفسيرِ فلا بأسَ به، وإن كانَ في كُتبِ الأدبِ والنَجومِ يُكره لهُم ذلك، كَذا في الغَرائبِ"[1]

یعنی، "علامہ ابو حامد سے سُوال کیا گیا ایسے کاغذات کے بارے میں، جن میں اَخبار اور تعلیقات لکھی ہوئی ہوتی ہیں، اور جلد ساز اُنہیں جلد بندی میں استعمال کرتے ہیں تو اُنہوں نے فرمایا: اگر قُرآن پاک یا کُتبِ فقہ یا کُتبِ تفسیر کی جلد بندی میں استعمال ہو تو کوئی حرج نہیں، البتہ کُتبِ ادب اور کُتبِ نُجوم کی جلد بندی میں استعمال کرنا مکروہ ہے، جیسا کہ "غرائب" میں ہے"۔

استعمال شُدہ قلم کے تراشے اور مسجد کی گھاس پُھوس اور کُوڑے وغیرہ کے ادب واحترام کے بارے میں علامہ طاہر بن شیخ الاسلام خوارزمی حنفی متوفی ٧٧١ھ، امام زین الدین بن ابراہیم ابنِ نجیم مصری حنفی متوفی ٩٧٠ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ، علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ١٠٨٨ھ اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ١١٦١ھ و جماعتِ علمائے ہند لکھتے ہیں:"وَلا يُرمى برايةِ القلمِ المستعملِ لِإحترامه ككناسةِ المسجدِ ولا تُلقى في مَوضعٍ يخل بِالتعظيمِ (وَاللَفظُ لِلخُوارزمي)"[2]

---

[1] الفتاوی الهندية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة إلخ، ٥/ ٣٢٢

[2] الجواهر من فقه الحنفية، الباب السادس في القرأة إلخ، ص ٣٩٠

البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الطهارة، باب الحيض، تحت قوله: ومسه إلا بغلافه، ١/ ٣٥١

یعنی، "استعمال شُدہ قلم کا تراشہ پھینکا نہیں جائے گا، اُس کے ادب و احترام کی وجہ سے جیسا کہ مسجد کی گھاس پھونس اور کُوڑا وغیرہ اور نہ ہی اُسے ایسی جگہ ڈالا جائے گا جہاں اُس کی تعظیم میں کوئی خلل واقع ہو"۔

استعمال شُدہ قلم کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ احمد بن محمد بن اسمٰعیل طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: "وَلا يُرمى برايةِ القلم" أي كُتب به كمَا في الشّرحِ وظاهرُه المنعُ بخلافِ الجديدِ"[1]

یعنی، "اور قلم کا تراشہ نہیں پھینکا جائے گا" یعنی وہ قلم جس سے کچھ لکھا جا چکا ہو جیسا کہ شرح میں ہے اور اس قول کا ظاہر پھینکنے سے منع کرنا ہے بر خلاف نئے قلم کے (کہ اُس کے تراشے کو پھینکنا منع نہیں ہے)"۔

استعمال شُدہ قلم کا تراشہ نامُناسب جگہ پر پھینکنے کی مُمانعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ سید محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: "(قولُه: لِإحترامِه) أي بِسبب مَا كُتب به منْ أسماء اللهِ تعالى ونحوِها، على أنَّ الحُروفَ في ذاتِها لها احترامٌ"[2]

یعنی، "(مُصنّف کا قول: اس کے احترام کی وجہ سے) یعنی اس وجہ سے کہ اُس قلم سے اسمائے باری تعالیٰ اور اُس کی مثل دیگر مُقدّس عبارات لکھی گئی ہیں، حالانکہ اُن لکھے گئے حُروف کا بذاتِ خود احترام کرنا بھی لازم ہے"۔

مراق الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الطهارة، باب الحيض والنفاس والإستحاضة، تحت قوله: إلا بغلاف، ص۵۸

الدر المختار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة، فروع، ص ۳۰

الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة إلخ، ۵/ ۳۲۴

1 حاشية الطحطاوي على مراق الفلاح، كتاب الطهارة، باب الحيض، تحت قوله: ولا يرمى برايةالقلم، ص ۱۴۴

2 ردّالمحتار على الدّرّالمختار، كتاب الطهارة، مطلب: يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء، تحت قوله: لإحترامه، ۱/ ۳۵۵

اور صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: "نئے قلم کا تراشہ اِدھر اُدھر پھینک سکتے ہیں مگر مستعمل قلم کا تراشہ احتیاط کی جگہ میں رکھا جائے پھینکا نہ جائے۔ اسی طرح مسجد کا گھاس کُوڑا موضعِ احتیاط میں ڈالا جائے ایسی جگہ نہ پھینکا جائے کہ احترام کے خلاف ہو"۔ (1)

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

کتبہ: ابو عاطف محمد آصف حنیف العطاری النعیمی

المُتخصص فی الفقهِ الإسلامی

جمعیة إشاعة أهل السنة (پاکستان)، کراتشی

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ۔ ۲۳ نومبر ۲۰۲۲م TF-1428

---

(1) بہارِ شریعت، حظر واباحت کا بیان، قرآن مجید اور کتابوں کے آداب، مسئلہ نمبر ۱۵، ۳/۱۶/۴۹۶

تصدیقات

الجواب صحیح

شيخ الحديث مفتى محمد أحمد النّعيمى

رئيس دار الحديث دار الإفتاء

ومهتمم دار العلوم انوار المجددية النّعيمية

غريب آباد، ملير، كراتشى

الجواب صحيح

المفتى محمد عطاء الله النّعيمى

رئيس دار الحديث دار الإفتاء

جمعية إشاعة أهل السنة (باكستان)، كراتشى

الجواب صحيح

المفتى محمد جنيد العطارى المدنى

دار الإفتاء

جمعية إشاعة أهل السنة (باكستان)، كراتشى

الجواب صحيح

المفتى شهزاد العطارى المدنى

دار الإفتاء

جمعية إشاعة أهل السنة (باكستان)، كراتشى

الجواب صحيح

المفتى مهتاب أحمد النّعيمى

دار الإفتاء

جمعية إشاعة أهل السنة (باكستان)، كراتشى

الجواب صحيح

أبو ثوبان المفتى محمد كاشف مشتاق العطارى النّعيمى

دار الإفتاء

جمعية إشاعة أهل السنة (باكستان)، كراتشى

الجواب صحیح
أبو الضیاء المفتی محمد فرحان القادری النّعیمی
رئیس دار الإفتاء الضیائیہ ،کراتشی

الجواب صحیح
ابو حمزۃ المفتی محمد عمران المدنی النّعیمی
دار الإفتاء الھادی، گارڈن و یسٹ، کراتشی

الجواب صحیح
المفتی عرفان المدنی النّعیمی
دعا مسجد، آگرہ تاج کالونی، کراتشی

الجواب صحیح
أبو آصف المفتی محمد کاشف المدنی النّعیمی
رئیس دار الإفتاء الھاشمیۃ، کراتشی

الجواب صحیح
المفتی محمد قاسم القادری الأشرفی النّعیمی
شیش جراہ ببلدۃ بریلی الشریفہ
غوثیہ دار الإفتاء کاشی فور اتراکند، الھند

الجواب صحیح
المفتی جلال الدین أحمد الأمجدی النّعیمی
خادم جامعہ گلشن فاطمہ للبنات، پیپل گاؤں،
نائیگاؤں، ضلع ناندیر مہاراشٹر، الھند

الجواب صحیح
المفتی شکیل اختر القادری النّعیمی
شیخ الحدیث بمدرسۃ اللبنات
کرناٹک، إنڈیا

الجواب صحیح
المفتی عبدالرحمن القادری
دار الإفتاء غریب نواز
لمبی جامع مسجد، ملاوی وسطی، افریقہ

الجواب صحیح
المفتی محمد اسماعیل النّورانی
جامعۃ أنوار القرآن، گلشن إقبال، کراچی

الجواب صحیح
المفتی محمد عمران حنفی
دار الإفتاء جامعۃ نعیمیۃ، گڑھی شاھو، لاھور

الجواب صحیح
المفتی محمد شھزاد نوری حنفی
دار الإفتاء نوریہ نعیمیہ، لاھور

الجواب صحیح
أبو أسید عبید رضا مدنی
رئیس مرکزی دار الإفتاء اھلسنّت،
عیسیٰ خیل، ضلع میانوالی

ماخذومراجع

❁القُرآن الکریم

❁**ترجمۃ القرآن:**

❁کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن، امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ

کتبِ تفسیر:

❁تفسیر الطبری،للإمام أبی جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، مطبوعة:دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعةالرابعة ۱٤۲٦ھ- ۲۰۰۵م

❁التفسیر الکبیر للرازی، للإمام فخرالدین محمد بن عمرالرازی متوفی ٦۰٦ھ، مطبوعة:دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعةالثالثة ۱٤۲۰ھ-۱۹۹۹م

❁التبیان فی آداب حملة القرآن،للإمام أبی ذکریا یحیٰی بن شرف الدین النووی الشافعی متوفی٦۷٦ھ، مطبوعة: مکتبة دارالبیان، دمشق، الطبعةالرابعة۱٤۲٦ھ-۲۰۰۵م

❁البرهان فی علوم القرآن، للإمام بدرالدین أبی عبدالله محمد بن بهادر الزرکشی الشافعی متوفی۷۹٤ھ، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعةالأولی ۱٤۲۸ھ- ۲۰۰۷م

❁الدُرُّ المنثور فی التفسیر بالمأثور، للإمام جلال الدین السیوطی الشافعی متوفی ۹۱۱ھ ، مطبوعة:دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعةالأولی ۱٤۲۱ھ-۲۰۰۱م

❁التفسیرات الأحمدیة،للعالم الجلیل الشیخ أحمد مُلّا جیون الجونبوری الحنفی متوفی ۱۱۳۰ھ، مطبوعة: مکتبة الإسلامیة، کوئٹه

❁خزائن العرفان، صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی حنفی متوفی ۱۳٦۷ھ، مطبوعہ: ضیاءالقرآن پبلیکیشنز، لاہور

❁تفسیر نعیمی، مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی۱۳۹۱ھ، مطبوعہ: نعیمی کُتب خانہ، گجرات، طباعت ۲۰۰۴م

❁نجوم الفرقان من تفسیر آیات القرآن، حضرت علامہ مفتی عبد الرزاق بھترالوی حنفی متوفی ۱۴۴۱ھ، مطبوعہ: ضیاء العلوم پبلی کیشنز، راولپنڈی

کتبِ حدیث:

❁صحیح البخاری، للإمام أبی عبداللہ محمد بن إسمٰعیل البخاری متوفی٢٥٦ھ، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة ١٤٢٠ھ-١٩٩٩م

❁کشف المشکل لابن الجوزی علی صحیح البخاری، للعلامة جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی ابنِ الجوزی الحنبلی متوفی٥٩٧ھ، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعةالأولی ١٤٢٤ھ-٢٠٠٤م

❁التوضیح لشرح الجامع الصحیح، للعلامة سراج الدین أبی حفص عمر بن علی ابنِ الملقّن الشافعی متوفی٨٠٤ھ، مطبوعة: غراس للنشر، الکویت، الطبعة الأولی ١٤٣١ھ-٢٠١٠م

❁اللامع الصحیح بشرح الجامع الصحیح، للإمام شمس الدین محمد بن موسیٰ البرماوی الشافعی متوفی ٨٣٧ھ، دارالنوادر، بیروت، الطبعةالأولی١٤٣٣ھ-٢٠١٢م

❁فتح الباری شرح صحیح البخاری، للإمام حافظ أحمد بن علی ابنِ الحجر العسقلانی الشافعی متوفی٨٥٢ھ، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعةالأولی ١٤٢٢ھ-٢٠٠٢م

❁عمدةالقاری شرح صحیح البخاری، للعلامة بدرالدین أبی محمد محمود بن احمد العینی الحنفی متوفی٨٥٥ھ، مطبوعة: دارالفکر، بیروت، الطبعة الأولی١٤١٨ھ-١٩٩٨م

﷽الكوثر الجارى إلى رياض أحاديث البخارى، للإمام أحمد بن إسمٰعيل الكورانى الشافعى ثم الحنفى متوفى٨٩٣هـ، مطبوعة: دار إحياءالتراث العربى، بيروت، الطبعةالأولى ١٤٢٩هـ-٢٠٠٨م

﷽تحفةالبارى بشرح صحيح البخارى، للعلامة أبى يحيىٰ ذكريا بن محمد الإنصارى متوفى٩٢٦هـ، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى ١٤٢٥هـ-٢٠٠٤م

﷽مرقاة المفاتيح شرح مشكاةالمصابيح، للعلامة على بن سلطان الملّا على القارى الحنفى متوفى١٠١٤هـ، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى ١٤٢٢هـ-٢٠٠١م

﷽حاشية الإمام السندى على صحيح البخارى، للعلامة أبى الحسن نورالدين محمد بن عبدالهادى السندى الحنفى متوفى١١٣٨هـ، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى ١٤١٩هـ-١٩٩٨م

﷽نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، فقیہِ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی حنفی متوفی١٤٢١ھ، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور، الطبع الثانی١٤٢٨ھ-٢٠٠٧م

كتبِ أصول الفقه:

﷽الأشباه والنظائر، للإمام زين الدين بن إبراهيم ابنِ النجيم المصرى الحنفى متوفى ٩٧٠هـ،مطبوعة: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعةالاولى: ١٤١٩هـ

﷽عمدة ذوى البصائر، للعلّامة إبراهيم بيرى زاده حنفى متوفى ١٠٩٩هـ، مطبوعة: مكتبة الإرشاد، اسطنبول، الطبعة الأولى ١٤٣٧هـ. ٢٠١٦م

كتبِ فقه حنفى:

﷽السيرالكبيرمع شرحه للسرخسى، للإمام محمد بن حسن الشيبانى الحنفى متوفى١٨٩هـ، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى ١٤١٧هـ-١٩٩٧م

❁فتاوی النوازل، للإمام الفقيه أبي الليث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی متوفی۳۷۵ھ، مطبوعة:مکتبة الإسلامية، کوئٹه
❁شرح السیرالکبیر للسرخسی، للإمام شمس الدین أبی بکر محمد بن أبی سهل السرخسی الحنفی متوفی۴۸۳ھ، مطبوعة: دارالکتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷م
❁شرح مختصر الطحاوی فی الفقه الحنفی،للإمام بهاؤالدين علی بن محمد الإسبيجابی السمرقندی الحنفی متوفی ۵۳۵ھ، مطبوعة: دارالرياحين، بيروت، الطبعةالأولى ۱۴۴۳ھ-۲۰۲۱م
❁خلاصةالفتاوی،للإمام طاهر بن عبدالرشيد البخاری الحنفی متوفی۵۴۲ھ ، مطبوعة: المکتبةالرشيدية، کوئٹه
❁الفقه النافع، للإمام ناصرالدين أبی القاسم محمدبن يوسف السمرقندی الحنفی متوفی۵۵۶ھ، مطبوعة:مکتبةالعبيکان، الرياض، الطبعةالأولى ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰م
❁الفتاوی السراجية،للإمام سراج الدين علی بن عثمان التيمی الحنفی متوفی ۵۶۹ھ، مطبوعة: میر محمد کتب خانه، کراتشی
❁شرعةالإسلام إلى دارالسلام، للعلامة محمد بن أبی بکر الإمام زاده الحنفی متوفی۵۷۳ھ، مطبوعة: داراللباب، بيروت، الطبعةالأولى ۱۴۴۰ھ-۲۰۱۹م
❁بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع،للإمام علاؤالدين أبی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی متوفی۵۸۷ھ، مطبوعة:دارالکتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷م
❁فتاوی قاضی خان علی هامش الهندية، للإمام قاضی خان حسن بن منصور الإوزجندی الحنفی متوفی۵۹۲ھ، مطبوعة: دارالمعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳م

❖التجنيس والمزيد، للإمام بُرهان الدين على بن أبي بكرالمرغينانى الحنفى متوفى ٥٩٣ھ، مطبوعة: إدارة القرآن، كراتشى، الطبعةالأولى ١٤٢٤ھ-٢٠٠٤م

❖الذخيرة البرهانية، للإمام برهان الدين محمود بن صدرالشريعة ابن المازه الحنفى متوفى٦١٦ھ، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى ١٤٤٠ھ-٢٠١٩م

❖المحيط البرهانى، للإمام برهان الدين محمود بن صدرالشريعة ابن المازه الحنفى متوفى٦١٦ھ ، مطبوعة:إدارةالقران، كراتشى، الطبعةالأولى ١٤٢٤ھ-٢٠٠٤م

❖المجتبى شرح مختصر القدورى، للإمام نجم الدين مختار بن محمود الزاهدى الغزمينى الحنفى متوفى٦٥٨ھ، جامعة نجم الدين أربكان،الطبعة١٤٣٦ھ-٢٠١٥م

❖الجواهر من فقه الحنفية، للشيخ طاهر بن شيخ الإسلام الخوارزمى الحنفى متوفى ٧٧١ھ، مطبوعة: دارالسمان، إسطنبول، الطبعةالأولى ١٤٤٠ھ-٢٠١٩م

❖الفتاوى التاتارخانية، للإمام فريدالدين عالم بن العلاء الهندى الحنفى متوفى٧٨٦ھ،مطبوعة: المكتبةالفاروقية، كوئته، الطبعةالأولى ١٤٣١ھ-٢٠١٠م

❖الفتاوى الحنفية،للإمام مسعود بن عُمر سعدالدين التفتازانى الحنفى متوفى ٧٩٣ھ، مطبوعة: دارالكتب للنشر والتوزيع، بشاور

❖الفتاوى البزازية على هامش الهندية، للإمام محمد بن محمد الكردرى البزازى الحنفى متوفى ٨٢٧ھ، مطبوعة: دارالمعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ھ-١٩٧٣م

❁البناية شرح الهداية، للعلامة بدرالدين أبي محمد محمود بن احمد العينى الحنفى متوفى٨٥٥ھ، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى ١٤٢٠ھ-٢٠٠٠م

❁مفاتيح الجنان فى شرح شرعةالإسلام،للإمام يعقوب بن سيد على البروسوى الحنفى متوفى٩٣١ھ، مطبوعة: كتاب ناشرون، بيروت، الطبعةالأولى ١٤٣٢ھ- ٢٠١١م

❁مهمات المفتى فى الفروع الحنفية،للإمام شمس الدين أحمد بن سليمان ابن الكمال باشا الحنفى متوفى ٩٤٠ھ،مطبوعة: المكتبةالعبيكان، الرياض، الطبعةالأولى ١٤٤٠ھ- ٢٠١٩م

❁غنية المستملى فى شرح منية المصلى، للعلامة الشيخ إبراهيم الحلبى الحنفى متوفى ٩٥٦ھ، مطبوعة؛ مكتبة النعمانية، كوئٹه

❁البحرالرائق شرح كنزالدقائق،للإمام زين الدين بن إبراهيم ابنِ النجيم المصرى الحنفى متوفى ٩٧٠ھ، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى ١٤٢٠ھ-٢٠٠٠م

❁النهر الفائق شرح كنزالدقائق، للإمام سراج الدين عُمر بن إبراهيم ابنِ نُجيم المصرى الحنفى متوفى١٠٠٥ھ، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى ١٤٢٢ھ-٢٠٠٢م

❁غنية ذوى الأحكام فى بغية دررالحكام، للعلامة أبي الإخلاص حسن بن عمار الشرنبلالى الحنفى متوفى ١٠٦٩ھ، مطبوعة: مير محمد كتب خانه، كراتشى

❁مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، للعلامة أبي الإخلاص حسن بن عمار الشرنبلالى الحنفى متوفى ١٠٦٩ھ ، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى١٤١٥ھ-١٩٩٥م

❁واقعات المفتين،للإمام عبدالقادر بن يوسف القدرى الآفندى الحنفى متوفى١٠٨٣ھ، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى ١٤٣٩ھ ـ٢٠١٨م

❁الدُّرالمختار،للعلامة علاؤالدين محمد بن على الحصكفى الحنفى متوفى١٠٨٨ھ، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى ١٤٢٣ھ ـ٢٠٠٢م

❁تكملةالبحرالرائق شرح كنزالدقائق،للإمام محمد بن حسين بن على الطورى الحنفى متوفى١١٣٨ھ، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى١٤٢٠ھ ـ٢٠٠٠م

❁الفتاوى الهندية،للعلامة نظام الدين الحنفى متوفى١١٦١ھ و جمعية عُلماء الهند، مطبوعة: دارالمعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ھ ـ١٩٧٣م

❁فتح المعين على شرح الكنز لملا مسكين، للعلامة سيد محمد أبى سعود المصرى الحنفى متوفى ١١٧٢ھ، مطبوعة: مكتبة العجائب لزخرالعلوم، كوئته

❁حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، للعلامة أحمد بن محمد بن أسمٰعيل الطحطاوى الحنفى متوفى١٢٣١ھ، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى١٤١٨ھ ـ١٩٩٧م

❁حاشية الطحطاوى على الدُّرالمختار،للعلامة أحمد بن محمد بن أسمٰعيل الطحطاوى الحنفى متوفى١٢٣١ھ، مطبوعة: المكتبة الوحيدية، بشاور

❁ردُّالمحتار على الدُّرالمختار،للعلامة سيد محمد أمين ابنِ عابدين الشامى الحنفى متوفى١٢٥٢ھ ، مطبوعة: دارالمعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ھ ـ٢٠٠٠م

❁فتاویٰ رضویہ، امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ١٣٤٠ھ، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور

❁بہارِ شریعت، صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ، کراچی

❁وقارالفتاویٰ، مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی وقارالدین حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ، مطبوعہ: بزمِ وقارالدین، کراچی

کتب فقہ مالکی:

❁حاشية الدسوقي على الشرح الكبير ، للعلامة شمس الدين محمد دسوقي مالكي متوفى ١٢٣٠هـ،مطبوعة: دار إحياء الكتب العربية

کتب فقہ شافعی:

❁مغني المحتاج ، للإمام شمس الدين محمد بن خطيب شربيني شافعي متوفى٩٧٧هـ، مطبوعة: دارالمعرفة، بيروت ، الطبعةالأولى ١٤١٨هـ

کتب فقہ حنبلی:

❁كتاب الفروع ، للإمام شمس الدين أبي عبد الله محمد بن مفلح مقدسي حنبلي متوفى ٧٦٣هـ، مطبوعة: مؤسسةالرسالة، بيروت

کتبِ سیرت:

❁الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، للإمام قاضي عياض أبي الفضل عياض بن موسىٰ متوفى٥٤٤هـ، مطبوعة: دارالأرقم

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت و تقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

عشق و ادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن

کنز الایمان

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے